Hujjat-ul-Islam.
by
Md. Qasim

اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویہدی الیہ من ینیب

الحمد للہ کہ درین ایام فرخندہ فرجام کتاب مستطاب بے مثل ولاجواب در اثبات توحید و نبوت و دلائل رسالت و حقیقت و حقائق اسلام مسمیٰ بہ

حجۃ الاسلام

از تصنیف مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم و مغفور کہ فی الواقع فائدہ اش عام و خاص است باہتمام خاکسار محمد عبد الاحد عفا اللہ عنہ الصمد

در مطبع مجتبائی واقع دہلی مطبوع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خاتم النبیین محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد کمترین فخر الحسن
عفا اللہ عنہ خدمت مین ناظرین رسالہ ہذا کے عرض پرداز ہے کہ ۱۲۹۴ہجریہ مین جو جلسہ شاہجہانپور مین
ہوا تھا اُس مین جو تقریر جناب مولانا ومرشدنا مولوی محمد قاسم صاحب مدظلہم نے اہل جلسہ کے سامنے
درباب اثبات توحید ورسالت وحقانیت دین اسلام بدلائل عقلیہ بیان کی تھی چونکہ وہ تقریر ہر اہل اسلام
کے لئے موجب تسکین قلب ہے اس لئے اُس کا طبع کرنا ضرور جانا تاکہ ہر خاص وعام مستفید ہوں اور وہ تقریر
بعینہ یہ ہے۔ برادران حاضرین جلسہ یہ کمترین اور آپ صاحب بلکہ تمام بنی آدم اول سے ایک ماں باپ کی اولاد
ہین اس لئے ہر کسی کے ذمہ ایک دوسرے کی خیر خواہی لازم ہے اور دوسرون کے مطالب اصلیہ کے بہم پہنچانے
مین کوشش کرنی سب کے ذمہ ضرور ہے مگر جیسے آنکھ ناک کا مطلب اصلی دیکھنا سونگھنا اور زبان کان کا
مطلب اصلی بولنا سُننا ہے ایسے ہی ہر بنی آدم کا مطلب اصلی اپنے خالق کی اطاعت ہے وجہ اس مشابہت
کی یہ ہے کہ جیسے آنکھ ناک زبان وغیرہ دیکھنے سونگھنے سُننے بولنے کے لئے بنائی گئی ہین ایسے ہی بنی آدم بھی خدا کی
اطاعت کے لئے بنائے گئے ہین شرح اس کی مجھسے سُنئیے زمین سے لیکر آسمان تک جس چیز پر سوائے
انسان کے نظر پڑتی ہے وہ انسان کے کارآمد نظر آتی ہے پر انسان اُن مین سے کسی کے کام کا نظر
نہین آتا دیکھئے زمین پانی ہوا آگ چاند سورج ستارے اگر نہون تو ہم کو جینا محال یا دشوار ہو جائے
اور ہم نہون تو اشیاء مذکورہ مین سے کسی کا کچھ نقصان نہین علی ہذا القیاس درخت جانور وغیرہ مخلوقات

اگر نہوتے تو ہمارا کچھ نہ کچھ حرج ضرور تھا کیونکہ اور بھی کچھ نہین تو یہ اشیاء کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی مرض ہی
کی دوا ہو جاتی ہین پر ہمکو دیکھیے کہ ہم اُن کے حق مین کسی مرض کی دوا نہین مگر جب ہم مخلوقات مین سے
کسی کے کام کے نہین تو بالضرور ہم اپنے خالق کے کام کے ہونگے ورنہ ہماری پیدایش فضول اور
بیہودہ ہو جائے جس سے خالق کی طرف تو بیہودہ کاری کا الزام عائد ہو اور ہماری طرف نکمے ہونے کا
عیب راجع ہو اور ظاہر ہے کہ یہ دونون باتین ایسی ہین کہ کوئی عاقل اُن کو تسلیم نہین کر سکتا اور کیونکر
تسلیم کریجیے بدلالت آثار و کاربار انسانی انسان کی افضلیت اور مخلوقات پر خصوصاً جمادات نباتات
حیوانات وغیرہ اشیاء معلومہ محسوسہ پر ایسی طرح روشن ہے جیسے خوبصورتون کا بدصورتون پر صورت مین
افضل ہونا اور خوش آوازون کا بدآوازون سے آواز مین افضل ہونا اور خوش فہمون کا بدفہمون سے فہم مین
افضل ہونا ظاہر و باہر ہے پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ اور سب چیزین تو کام کی ہون اور انسان نکما ہو اور اشیاء
اگر انسان کے کام مین آتی ہین تو انسان بیشک خدا کے کام کا ہوگا علاوہ برین سب صاحبون سے
پوچھتا ہون یہ تو غلط نہوگا کہ آگ جلایا ہی کرتی ہے بجھاتی نہین اور پانی بجھایا ہی کرتا ہے جلاتا نہین
اور یہ غلط ہو جائے کہ حکیم علی الاطلاق حکمت ہی کے کام کیا کرتا ہے کوئی بیہودہ کام نہین کرتا بیشک
جیسی آگ جلاتی ہے بجھاتی نہین ایسے ہی حکیم علی الاطلاق بھی حکمت ہی کے کام کریگا بیہودہ کام
اُس سے سرزد نہونگے پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ انسان کو محض فضول بنایا ہو اُس کے بنانے مین کوئی
حکمت نہو یعنی اُس کے بنانے مین کوئی نتیجہ مقصود ملحوظ نہو محض نکما ہی ہو ہان اگر خالق کا حکیم ہونا قابل
تسلیم نہوتا تو البتہ کچھ مضائقہ نہ تھا مگر اس کو کیا کیجیے کہ اُس کے بندے جو اُس کی مخلوق ہین اور اُن مین
جو کچھ ہے وہ سب اُسی کا دیا ہوا ہے بڑے بڑے حکیم ہوتے ہین وہ اگر حکیم نہو تو پھر ان مین حکمت کے آنے
کی کوئی صورت نہین چنانچہ انشاء اللہ عنقریب یہ مضمون دل نشین ہوا چاہتا ہے مگر جب یہ بات
ٹھہری کہ پیدایش انسانی حکمت سے خالی نہین تو اُس کے یہی معنے ہونگے کہ اُس کو کسی کام کے لیے
بنایا ہے سو سوا خدا کے اور تو یہ کسی کے کام کا ہو نہین سکتا چنانچہ ابھی واضح ہو چکا ہے
ہو نہو خدا ہی کے کام کا ہوگا ہان اگر انسان کسی کا مخلوق نہوتا تو البتہ یہ

احتمال ہو سکتا تھا کہ حکمت بمعنی غرض تو اُسی چیز سے متعلق ہو سکتی ہے جو بنائی ہوئی ہوتی ہے وہان
یہ کہہ سکتے ہین کہ اس شے کو اس مطلب کے لئے بنایا ہے ورنہ جو کسی کی بنائی ہوئی نہو کسی کا
ارادہ اُسکے بنانے مین مصروف نہوا ہو کسی کی توجہ اُس طرف نہوئی ہو جیسے خود خداوند عالم
وہان غرض اور مطلب کی گنجائش نہین گو سب کے مطلب بر آری اور کارروائی اُسی سے
متعلق ہو مگر اُسکو کیا کیجئے کہ بنی آدم کی مخلوق ہونے پر خود اُنکی ذات وصفات کی کیفیت
بزبان حال گواہ ہے چنانچہ عنقریب انشاء اللہ تعالےٰ یہ عقدہ کُھلا چاہتا ہے الحاصل مطلب اصلی اُسکی
پیدائش سے یہ ہے کہ یہ خدا کے کام آئے اور کسی اور کام مین مشغول نہو ورنہ پھر یہ تو احتمال ہی
نہین کہ مطلب اصلی سے اعلیٰ کام اُس سے نکلے ورنہ وہی مطلب اصلی ہوتا اسلئے اِسوقت اسکی
ایسی مثال ہو جائے گی جیسے فرض کیجیے کپڑا بنایا تھا پہننے کے لئے مگر پہننے کے عوض جلا کر روٹی پکا لیجے
ظاہر ہے کہ یہ بات کپڑے کے حق مین از قسم کم نصیبی ہوگی ایسے ہی انسان بھی اگر اُس مطلب اصلی سے
محروم رہے جو اصل غرض اُسکے پیدائش سے تھی تو اُسکی کم نصیبی مین کیا کلام ہوگا مگر یہ بات بھی ظاہر ہے
کہ خدا تعالیٰ کسی کا کسی بات مین محتاج نہین بلکہ سب اُسی کے محتاج ہین چنانچہ بدلائل یہ
بھی انشاء اللہ تعالےٰ ثابت ہوا چاہتا ہے تو اُسکا کام بجز اطاعت وفرمانبرداری اور کچھ نہوگا اور اُس
فرمان برداری کا نتیجہ بجز نفع بنی آدم اور کچھ نہوگا یعنی جیسے مریض کے حق مین اطاعت طبیب اور
اُسکی فرمانبرداری اُسی کے حق مین مفید ہے طبیب کے حق مین مفید نہین ایسی ہی خدا کی اطاعت
بندہ کے حق مین اُسی کی نسبت مفید ہوگی خدا کی نسبت کچھ مفید نہوگی اور یہ بھی نہوگا کہ کسی کے
حق مین مفید نہو ورنہ پھر وہی بیہودہ کاری کا الزام لازم آئے گا بہر حال بندہ اطاعت خدا کے لئے پیدا
ہوا ہے اور اُس اطاعت کا نفع اُسی کو ہی اسلئے اطاعت خود بندہ کے حق مین مطلب اصلی ہوگی علاوہ برین
عقل ہر چیز کی حقیقت کے پہچاننے کے لئے بنائی گئی ہے اور قدرت بشری وغیرہ کو اسلئے بنایا ہے
کہ حسب ہدایت عقل کام کیا کرے اور ظاہر ہے کہ سب مین اوّل لائق شناخت وعلم
خداوند عالم ہے کیونکہ سب حقائق اُسی کے وجود سے ایسی طرح تابان ہوئی ہین جیسے

فرض کیجیے آفتاب سے دہوپ چنانچہ انشاء اللہ تعالے واضح ہوا چاہتا ہے اور ظاہر ہے کہ دہوپ
کی حقیقت اس سے زیادہ اور کیا ہے کہ وہ ایک پرتوہ آفتاب ہے مگر چونکہ سب مین اوّل
اپنی ذات کا علم ہوتا ہے اور اپنی حقیقت اُسکا ایک پرتوہ ٹہرا تو بیشبک اپنا پہچاننا اور علم اُسکے
پہچاننے اور اُسکے علم پر موقوف ہوگا مگر خدا کی معرفت مین کم سے کم یہ ضرور ہی ہوگا کہ اُسکو غنی
اور بے پروا اور اپنے آپ کو اُس کا محتاج سمجھے مگر یہ بات ہوگی تو بالضرور اُس کی اطاعت
اور فرمانبرداری ایک طبعی بات اور متقضائے دلی ہوگا اور سوا اُس کے جو کام ایسا ہو کہ خدا
کی اطاعت اُس پر ایسی طرح موقوف ہو جیسے روٹی کا پکنا مثلاً آگ لکڑی توے کونڈے وغیرہ
پر تو وہ اطاعت ہی کے حساب مین شمار کیا جائے گا اور مثل اشیاء مذکورہ جو کھانے کے
حساب مین شمار کیجاتی ہین اُس کام کو اطاعت خدا کی حساب سے خارج نکر سکین گے اور
سوا اُس کے اور جو کام ہوگا وہ سب اُس کارخانہ سے علیحدہ سمجھا جائیگا اور اس لئے بوجہ
فوت مقصود مذکور وہ کام آدمی کے حق مین از قسم کم نصیبی اور بدبختی شمار کیا جائے گا مگر اُس بدبختی کا سبب
کبھی غلطی ہوتی ہے اور کبھی غلبہ خواہش تو میرے ذمہ بوجہ خیر خواہی جس کا ذکر اوپر ہوچکا ہے
لازم ہے کہ غلطی والون کو غلطی سے آگاہ کرون اور مغلوبان خواہش کو اپنا شریک مرض سمجھکر
فضائل آخرت سمجھاؤن اور اُن سے خود اُس ترغیب کا اُمیدوار ہون مگر چونکہ غلط کار لوگ
بمنزلہ اُس مسافر کے ہین جو شہر مطلب کی سڑک کو بوجہ غلطی چھوڑ کر کسی اور راہ کو ہولے اور
مغلوبان خواہش ایسی ہین جیسے فرض کیجیے شہر مطلوب کی سڑک پر جاتے ہین پر باد مخالف
قدم بدشواری اُٹھانے دیتی ہے اس لئے غلطی والون کے حال پر زیادہ افسوس چاہیے کیونکہ جیسے
اُس مسافر کی کامیابی کی کوئی صورت نہین جو سڑک شہر مطلوب کو چھوڑ کر کسی اور سڑک کو
ہولیا ہے اگرچہ کیسا ہی تیز رفتار کیون نہو ایسے ہی اُن صاحبون کی کامیابی کی کوئی صورت
نہین جو بوجہ غلطی راہ مستقیم خدا کو چھوڑ کر کسی اور راہ ہولیے ہین اگرچہ وہ کیسے ہی عابد زاہد کیون
نہون البتہ وہ لوگ جو اُسی راہ کو جاتے ہین جو خدا تک جاتا ہے پر ہوا و ہوس کے دھکے

بدشواری چلنے دیتے ہین وہ گو بدشواری پہنچین پہ ایک نہ ایک روز گرتے پڑتے گرم سرد زمانہ چکھے
چکھاتے شہر مطلوب یعنے جنت مین پہنچ رہین گے گو اثناء راہ مین نزع اور عذاب کی تکالیف گوناگون
اُن کو بھگتنی پڑین اور اُن کا ایسا حال ہو جیسا فرض کیجیے مسافر مشارالیہ باد مخالف کے جھوکون
اور دھکّون کے باعث گر پڑ کر چوٹین کھائے اور سلامت نہ جائے اس لئے بنظر خیرخواہی یہ گذارش ہے
کہ سوائے دین محمدی کوئی مذہب ایسا نہین جس مین عقائد کی غلطیان باعث ترک رہگذار اصلی
جس کو صراط مستقیم کہئے نہوئی ہون تعصب مذہبی کو چھوڑ کر اگر اور صاحب غور فرمائین گے تو
سب کے سب اسی دین کو اپنے مطلوب اصلی کا راستہ سمجھین گے ہان جن کو فکر آخرت ہی نہو گا اور
اس جنت کی طلب ہی اُس کے دل مین نہو گی جو بمنزلہ شہر مطلوب منزل مقصود ہر عام وخاص ہے
تو وہ صاحب بیشک بمقابلہ خیرخواہی کمتر ہین اور اُلٹے درپے تردید حق ہون گے اور خود اپنے
ہاتھون اپنے پانوٗن کاٹ لین گے خیر ہرچہ بادا باد عاقل کو اہل عقل سے اُمید تسلیم حق ہی
چاہیئے اس لئے یہ گذارش ہے کہ اس دین کے اصول نہایت پاکیزہ ہین دو باتون پر اس
مذہب کی بنا ہے ایک توحید جو خلاصہ لا الٰہ الا اللہ ہے دوسرے رسالت جو خلاصہ محمد رسول اللہ ہے
سوا ان کے اور جو کچھ ہے انھین دو باتون کی تفریع و تمہید ہے اوّل رکن اوّل کی توضیح کرتا
ہون بعد ازان رکن ثانی کو بیان کرون گا آئے حاضران جلسہ سُنو اور غیر حاضرون کو سُناؤ
کہ ہمارا تمھارا وجود پائدار نہین نہ ازل سے ہے نہ ابد تک رہتا ہے ایک زمانہ وہ تھا کہ
ہم پردۂ عدم مین مستور تھے اور پھر اسی طرح ایک زمانہ آنیوالا ہے جس مین ہمارا نام و نشان
صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا یہ وجود ہستی کا زوال و انفصال باآواز بلند کہتا ہے کہ ہمارا وجود ہمارا
خانہ زاد نہین مستعار ہے یعنے مثل نور زمین و گرمی آب ہے مثل نور آفتاب و حرارت آتش
نہین مگر جیسے زمین کا نور اور آب گرم کی گرمی آفتاب اور آگ کا فیض اور اُس کی عطا ہے
ایسے ہی ہمارا وجود بھی کسی ایسے کا فیض و عطا ہوگا جس کا وجود خانہ زاد ہو مستعار نہو جیسے
آفتاب اور آگ پر نور اور گرمی کا قصہ ختم ہو جاتا ہے یون نہین کہہ سکتے کہ عالم اسباب مین

آفتاب اور آگ سے اوپر کوئی اور ہے جس کے فیض سے وہ منور اور یہ گرم ہے ایسے ہی ہمارا وجود جس کا فیض ہوگا اُس پر وجود کا قصہ ختم ہو جائے گا یہ نہوگا کہ اُس کا وجود کسی اور کا فیض ہو ہم اُسی کو خدا اور اللہ اور مالک الملک کہتے ہین مگر جب اُس کا وجود اُسی کا ہے کسی اور کا دیا ہوا نہین تو بیشک اُس کا وجود اُس کے ساتھ ایسی طرح لازم و ملازم رہے گا جیسے آفتاب کے ساتھ نور اور آگ کے ساتھ گرمی یہ نہین ہوسکتا کہ آگ ہو اور گرمی نہو آفتاب ہو اور نور نہو ایسے ہی یہ بھی نہوگا کہ خدا کی ذات ہو اور اُس کا وجود نہو بلکہ یہ خیال ہی غلط ہوگا کہ خدا کی ذات ہو اور اُس کا وجود نہو اس لئے خدا کی ذات کا ہونا بے وجود متصور نہین ہوتا اس وجود اور موجودیت ہی کو تو خدا کہتے ہین اور اس لئے اُس کی ذات اور اُس کے وجود مین ایسی نسبت ہوگی جیسے دو مین اور اُس کی زوجیت یعنے جفت ہونے مین جیسے زوجیت دو سے کسی حالت مین اور کسی وقت مین ذہن مین نہ خارج مین جدی نہین ہوسکتی ایسے ہی خدا کی ہستی اُس کی ذات سے جدی نہین ہوسکتی کیونکہ جیسے عدد دو کی زوجیت ایسی نہین جیسے اُس کی معدود کی یعنے اُس شئے کی جس کو دو کہتے ہین ایسے ہی خدا کی ہستی اور اُس کا وجود ایسا نہین جیسے اُس کی مخلوقات کا وجود غرض معدودات کی زوجیت اور مخلوقات کا وجود دونون کے دونون مستعار اور قابل زوال ہین پر عدد دو کی زوجیت اور خدا کی ہستی اور اُس کا وجود اصلی دائم اور قائم ہے ممکن نہین جو اُس سے جدا ہو جائے رہا آفتاب کا کسوف اور آگ کا بجھ جانا یا آفتاب کا اور آگ کا معدوم ہوسکنا ہمارے دعوے کی مخالف نہین کیونکہ سورج گہن مین تو سورج کا نور ایسی طرح اوٹ مین آجاتا ہے جیسے چراغ دیوار کی اوٹ مین بسارا یا آدھا یا تہائی آجائے الغرض اُس کا نور اُس سے زائل نہین ہوتا چھپ جاتا ہے اور آگ چراغ کی بجھنے کے وقت اُس کا نور اُس سے جدا نہین ہوتا بلکہ آگ معدوم ہوجاتی ہے اُس کی گرمی اور نور بھی اُسی کے ساتھ عدم مین چلی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ جدائی اور بیوفائی نہین بلکہ نہایت ہی درجہ کی معیت اور ساتھ ہے ہان اتنا فرق ہے کہ یہ معیت اور ہمراہی وجود مین متصور

نہین کیونکہ وجود کسی چیز کے ساتھ اُس کے عدم مین نہین جا سکتا یہ بات جبھی متصور ہے کہ
وجود اُس سے الگ ہو جائے اسلئے وہ خداوند عالم بایں وجہ کہ اُسکا وجود اصلی ہے قابل زوال نہین
اور سب کا وجود اُسکا فیض ہے ازلی بھی ہوگا اور ابدی بھی ہوگا نہ کبھی وہ معدوم تھا اور نہ
کبھی معدوم ہوگا اور اِسی سبب سے یہ بھی ماننا ضرور ہوگا کہ وہ خدا اپنی ہستی مین کسی کا
محتاج نہین اور سب اپنی ہستی مین اُس کے محتاج ہین اسلئے اُسکا جلال ازلی اور ابدی ہے
اور سوا اُس کے سب کی عاجزی اور بیچارگی اصلی اور ذاتی اس تقریر سے تو فقط اتنی بات
ثابت ہوئی کہ وجود ہمارا خانہ زاد نہین اُس خدا کا پرتوہ ہے جو اپنے وجود مین مستغنی ہے پر
اب اُس کی وحدانیت کی بات بھی سننی چاہیئے دیکھئے جیسے متعدد روشندانون کی مختلف شکلین ہوتی
ہین پر نور ایک ہی سا ہوتا ہے اور پھر وہ شکلین بذات خود باہم بھی متمیز ہوتی ہین اور اُس نور سے
بھی متمیز ہوتی ہین علی ہذا القیاس وہ نور بھی بذات خود ہر شکل سے ممتاز و متمیز ہوتا ہے
دوسرے جس چیز کو دیکھئے اُس کی ایک جدی حقیقت ہے گو وجود ایک ہی سا ہے اور پھر ہر
حقیقت بذات خود دوسری حقیقت سے بھی متمیز اور وجود مشترک سے بھی متمیز ہے علی ہذا القیاس
وجود بھی بذات خود ہر حقیقت سے ممتاز و متمیز ہے اور اِس لئے جیسے روشندانون کی دھوپون
مین دو دو باتین ہین ایک نور ایک شکل پر خود نور مین دو چیزین نہین ایسے ہی مخلوقات
مین تو دو دو چیزین ہین ایک وجود اور ایک اُن کی حقیقت پر اُس وجود مین دو چیزین
نہون گی اور اِس لئے اُس موجود اصلی مین جسکی نسبت وجود مذکور فیض ہے اگر دوئی ہو سکتی ہے
کیونکہ جیسے گرمی گرم چیز اور غیر گرم چیز سے اور سردی سرد چیز اور غیر سرد چیز سے نہین
نکل سکتی اور اس لئے گرمی اور سردی کی مخرج اصلی میں ایسی دوئی کی گنجائش نہین جو مخالف
وحدت گرمی و سردی ہو ایسے ہی وجود بھی موجود اصلی اور غیر موجود اصلی سے نہیں نکل سکتا اور اسلئے
اس کی مخرج یعنے اُس موجود اصلی مین وجود کی وحدت کی مخالف کوئی دوئی نہوگی اور ظاہر ہے کہ
وجود مین کسی قسم کی ترکیب نہین کیونکہ جیسے مرکب کا انتہا آخرکار ایسے اجزا او پر ہو جاتا ہے

جبین کچھ ترکیب نہوا ایسے ہی ہر چیز کا انتہا وجود پر ہے وجود سے آگے اور کوئی چیز نہین نکل سکتا
اس تقریر سے تو موجود اصلی یعنے خدا کی ذات مین وحدت ثابت ہوئی جسکا حاصل یہ نکلا کہ خدا
کی ذات مین ترکیب نہین اب اُس وحدانیت کی بات بھی سُنیئے جسکا ماحصل یہ ہو کہ دوسرا
اُسکا ثانی بھی کوئی نہین اے حاضران جلسہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ہمارے احاطہ وجود مین
کسی دوسرے کی گنجائش نہین یعنے جتنی دور مین کو ہم آتے ہین اُتنی دور مین اور کوئی نہین
سما تا جب ہمارا وجود ضعیف اپنے احاطہ مین کسی کو آنے نہین دیتا اُس موجود اصلی کا وجود قوی
کیونکر اپنے احاطہ مین کسی دوسرے کو سمانے دیگا اور ظاہر ہے کہ وجود کے احاطہ کی برابر نہ
انسانیت کا احاطہ ہے نہ حیوانیت کا احاطہ ہے نہ جسمیت کا احاطہ ہے نہ جوہریت کا احاطہ ہے
یہی وجہ ہے کہ سب کو موجود کہتے ہین اور سب موجودات کو انسان یا حیوان یا جسم یا جوہر نہین
کہہ سکتے اِس سے صاف ظاہر ہے کہ احاطۂ وجود سب احاطون مین وسیع ہے اور اُس سے اوپر
کوئی احاطہ نہین یعنے ایسا کوئی مفہوم نہین کہ وہ وجود اور غیر وجود کو شامل ہو اسلیئے یہ بات
ماننی لازم ہے کہ جیسے کشتی کے احاطہ مین کسی دوسری کشتی یا دوسری کشتی کی حرکت کی گنجائش نہین
ایسے ہی موجود اصلی کے احاطہ مین جو بمقابلہ کشتی متحرک ہے اور فیض وجود عالمگیر کے احاطہ مین
جو بمقابلہ حرکت کشتی ہے جو کشتی نشینون کے حق مین اُسکا فیض ہے کسی دوسرے موجود اصلی اور
فیض وجود کی گنجائش نہین ہو سکتی علاوہ برین اگر دو یا زیادہ موجود اصلی ہون گے تو پھر وہ
دونون آپسمین متمیز بھی ضرور ہون گے یعنے اُن مین دوئی ہوگی لیکن باوجود اسکے وجود ایک ہی
ہوگا کیونکہ دونون کو موجود کہنا خود اسبات پر شاہد ہے کہ وہ ایک چیز ہے جو دونون مین
مشترک ہے اگر مشترک نہوتی تو ایک لفظ ایک معنے کی رو سے دونون کے لئے بولنا صحیح نہوتا
اس صورت مین وہ چیزین جنکے سبب امتیاز باہمی ہے وہ کچھ اور ہون گی اور یہ وجود
کچھ اور شئے ہوگا الغرض تعدد ہوگا تو سامان امتیاز بھی ضرور ہوگا مگر امتیاز بے اِسکے
متصور نہین کہ ماورا وجود مشترک دونون مین اور کچھ بھی ہو یہ بھی ممکن نہین کہ ایک مین

فقط وجود ہو کیونکر اوّل تو وجود صفت ہے اور صفت کا تحقق بے تحقق موصوف ممکن نہیں
دوسرے اس صورت مین ایک طرف اگر فقط وجود ہوگا تو دوسری طرف اسی کا فیض ہوگا اور
وہی وحدت وخدائیت ثابت ہوجائے گی ورنہ تعدد وجود لازم آئے گا جس کے بطلان پر
اتنی ہی بات کافی ہے کہ دونون جا ایک ہی معنے اور مضمون ہے مگر اس صورت مین وہ دو
چیزین علتِ وجود مشترک نہون گی کیونکہ معلول پر تو وہ علت ہوتا ہے اور ایک شئے واحد دو
مختلف چیزون کا پرتو نہین ہوسکتی الغرض دونون چیزین باہم بھی ممتاز ہون گی اور وجود
مشترک سے بھی ممتاز ہون گی اسلئے وجود اور شئے ہین جسکی اس وقت ایسی صورت ہوجائے گی
جیسے زمین اور نور کی ہے کوئی رابطہ ذاتی نہوگا جو مانع انفصال ہوا سلئے ایک دوسرے سے
جیسے متصل ہے ویسے ہی جدا بھی ہوسکے گا اور ظاہر ہے کہ اس صورت مین وہ موجودیت اصلیہ
خاک مین ملجائے گی اور اُس سے اوپر اور کوئی موجود ماننا پڑے گا جس کا وجود اصلی ہوگا الغرض
وجود ایک مضمون واحد ہے اُس کا مخرج بھی واحد ہی ہوگا پھر اُسکے احاطہ وجود مین تو اسلئے
اُسکے ثانی کی گنجایش نہین کہ یہ بات تو ہمارے احاطۂ وجود مین بھی ممکن نہین حالانکہ ہمارا
وجود اُسکے وجود سے ایسی طرح ضعیف ہے جیسے دھوپ آفتاب کی اُس نور سے جو اُسکی
ذات مین ہے اور اُس سے باہر اسلئے کہ کسی دوسرے کا امکان نہین کیونکہ وجود کا احاطہ
سب مین اوپر کا احاطہ ہے اُس نے خارج اور کوئی احاطہ نہین پھر دوسرا ہو تو
کہان ہو بلکہ فہم وانصاف ہو تو یون معلوم ہوتا ہے کہ وجود ہر طرح سے غیر محدود اور غیر
متناہی ہے کیونکہ محدود اور متناہی ہونے کے تو یہی معنے ہین کہ یہان تک مثلاً ہے اور اس سے
آگے نہین اور یہ بات بجز اسکے متصور نہین کہ اُس خدا کے آگے کوئی شے مانی جائے کہ
اُس مین یہ حد نہو اور اُسکے اوپر کوئی مطلق مانا جائے کہ اُس مین یہ قید نہو مگر جس صورت
مین وجود سے اوپر کوئی مطلق اور غیر محدود نہین تو پھر وجود ہی کو ایسا مطلق
اور غیر محدود کہنا پڑے گا جسکے اوپر کوئی مطلق اور غیر محدود نہین جس سے یہ بات

نخواہ نخواہ لازم آجائے گی کہ وجود طرح سے غیر متناہی اور غیر محدود اور بجمیع الوجوہ مطلق ہے اس صورت
مین کسی دوسرے کی اُس کے آگے گنجایش ہی نہین کیونکہ غیر متناہی کے آگے کوئی ٹھکانا ہی نہین
ہوتا اسلئے فیاض وجود ایک وحدہ لاشریک لہ ہوگا اور سوا اُس کے اور سب کا وجود اُسکی
عطا اور فیض ہوگا مگر جب یہ بات مسلم ہوئی کہ وہ وحدہ لاشریک لہ ہے تو پھر نہ کوئی اُسکا
مان باپ ہوگا نہ کوئی اُسکی اولاد نہ کوئی اُسکا بھائی برادر کیونکہ یہ باتین جبھی متصور ہون
کہ باوجود اتحاد نوعی تعدد متصور ہو اور ظاہر ہے کہ خدا کا باپ اور خدا کا بیٹا اور خدا کا
بھائی باوجود تعدد خدائی مین ایسی طرح شریک ہونگے جیسے انسان کا باپ اور انسان کا
بیٹا اور انسان کا بھائی باوجود تعدد انسانیت مین شریک ہین لیکن ابھی اس بات سے
فراغت ہوئی ہے کہ خدا کا تعدد محال ہے اسلئے خدا کے لئے بیٹے کا ہونا یا مان باپ کا
ہونا یا بھائی کا ہونا بھی بیشک منجملہ محالات ہوگا البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ جیسے رعیت کے
لوگ اپنی حاکمون اور بادشاہون کو بوجہ مزید التفات مان باپ کہدیا کرتے ہین اور بادشاہ
اور حاکم اُن کو فرزندی کا خطاب دیدیا کرتے ہین ایسے ہی اگر گہ وبے گاہ کسی بزرگ نبی
ولی نے خدا تعالیٰ کو باپ کہدیا ہو یا خداوند تعالےٰ نے کسی اپنے اچھے بندے کو جیسے انبیاء
یا اولیا و فرزند کہدیا تو اُسکے بھی یہی معنے ہون گے کہ خدا تعالیٰ ان بزرگون پر مہربان ہے
حقیقی ابوت یا بنوت ایسی جا پر سمجھ لینا اور خدا تعالیٰ کو حقیقی باپ اور اُن کو حقیقی بیٹا
سمجھنا سخت بیجا ہوگا تمھین خیال کرو کہ اگر کوئی شخص کسی حاکم سے اُسکی رعیت کی نسبت
لفظ فرزند سُنکر یا رعیت سے بہ نسبت حاکم لفظ باپ سُنکر باوجود اُن قرائن کے جو حقیقی
معنون کی نفی کرتے ہین حقیقی معنے سمجھ جاے اور اس وجہ سے رعیت کے آدمیون کو وارث
تاج و تخت اعتقاد کر کے اُسکی تعظیم و توقیر اُسکے مناسب کرنے لگے تو یون کہو کہ اُس نے
غلامون کو میان کے برابر کردیا اور اس وجہ سے بیشک مورد عتاب بادشاہی ہوجائے گا
ادھر اس طوفان بے تمیزی کا انجام یہ ہوگا کہ یہ شخص تو اپنی سزا کو پہنچے اور رعیت کا

یہ خطاب بدلا جائے تاکہ پھر کوئی ایسی حرکت نہ کرے مگر حاکم اور رعیت مین تو بڑا فرق بھی ہوتا ہے
کہ حاکم لباس مغزز پہنے ہوئے تاج مرصع سر پہ رکھے ہوئے ہوا امرا و وزرا اپنے اپنے قرینون سے دست بستہ
مؤدب کھڑے ہوئے تخت زیر قدم ملک زیر قلم اور بیچاری رعیت والے ذلیل وخوار نہ لباس
درست نہ صورت معقول باہزار خواری وزاری جوتیون مین استادہ اسی قسم کے تفاوت
خارجی ظاہر بینون کے حق مین تفاوت مراتب سمجھنے کو کافی ہوتی ہین حالانکہ تمام
اوصاف اصلی یعنے مقتضیات نوعی اور امکانی مین اشتراک موجود ہے جس سے ایک بار
وہم قرابت نسبی ہو جائے تو کچھ دور نہین اور خدا مین اور بندہ مین خدائی تو درکنار
کسی بات مین بھی اشتراک نہین ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک ؛ اسپر بھی کسی بندہ کو
بوجہ الفاظ مذکورہ خدا یا خدا کا بیٹا سمجھ لینا بڑی ہی فاش غلطی ہے اور بیشک یہ اعتقاد غلط اسکے
حق مین باعث عذاب اور ان بزرگون کے حق مین موجب سلب خطاب ہوگا علاوہ برین
خدائی اور حاجتمندی مین منافات ہے خدا وہ ہے جسکا وجود خانہ زاد ہو اور ظاہر ہے
کہ وجود خانہ زاد ہوا تو پھر ساری خوبیان موجود ہونگی کیونکہ جس خوبی کو دیکھئے علم ہو یا
قدرت جلال ہو یا جمال ہو اصل مین یہ سب باتین وجود ہی کے تابع ہین اگر کوئی شے موجود
نہو تو پھر اُس مین علم و قدرت وغیرہ اوصاف بھی نہین آسکتے یہ کب ممکن ہے کہ زید مثلاً موجود نہو
اور عالم ہو جائے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اوصاف حقیقت مین وجود کے اوصاف ہین
اگر اُسکے اوصاف نہین تو بیشک ان اوصاف کا اپنی موصوف مین قبل وجود موصوف ہونا
ممکن ہوتا اسلیئے یہ بات واجب التسلیم ہے کہ خدا مین سب خوبیان پوری پوری ہین اور
کسی قسم کی حاجت نہین کیونکہ حاجت اُسی کو کہتے ہین کہ کوئی جی چاہتی چیز نہو مگر سوائے
خوبی اور کیا چیز ہے جس کو جی چاہے اس تقریر سے جیسا یہ معلوم ہوا کہ خداوند عالم کسی
بات مین کسی کا محتاج نہین ایسا ہی یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اُس مین کوئی عیب نہین کیونکہ عیب
سوا اسکے اور کیا ہے کہ اُس مین کوئی خوبی نہو اور نیز اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا

کہ سواے خدا تمام موجودات ہر بات مین خدا کے محتاج ہین کیونکہ جب وجود مین خدا کے
محتاج ہوئے تو اور خوبیون مین بدرجہ اولی محتاج ہون گے اسلیئے سواے وجود جو کوئی خوبی
بات ہے وہ اصل مین وجود ہی کی صفت ہے اور اسلیئے اسبات کا بھی اقرار کرنا ضرور ہوگا
ہر چیز مین کچھ نہ کچھ علم و فہم حس و حرکت کی قوت ہے کیونکہ جب علم وغیرہ اوصاف اصل مین وجود
کے اوصاف ٹھیرے تو پھر جہان جہان وجود ہوگا وہان یہ اوصاف بھی ضرور ہون گے اسلیئے
یہ اوصاف اصلیہ جدے نہین ہو سکتے چنانچہ ظاہر ہے البتہ یہ بات مسلم کہ جیسے آئینہ
اور پتھر بوجہ تفاوت قابلیت آفتاب سے برابر فیض نہین لے سکتے گو اسکی طرف سے
برابر فیض نور روان ہو ایسے ہی بوجہ تفاوت قابلیت انسان کے برابر کوئی چیز
قابل العلم نہین ہو سکتی مگر جیسے قابلیت کمال انس مین سب سے زیادہ ہے ایسے ہی احتیاج بھی
انسمین سب سے زیادہ دیکھ لیجئے زمین کو بظاہر سواے خدا اور کسی کی حاجت ہی نہین
اور نباتات کو زمین پانی ہوا دھوپ سب کی ضرورت اور پھر حیوانات کو علاوہ حاجت
اشیاء مشار الیہ کھانے پینے اور سانس لینے کی بھی ضرورت ہے اور انسان مین سواء
حاجات مذکورہ لباس گھوڑا ٹٹو مکان عزت آبرو وغیرہ کی بھی ضرورت کھیتی باڑی
گائے بھینس اونٹ سونا چاندی تانبا روپیہ وغیرہ اسقدر اشیاء کی حاجت ہے جس سے
اسکا سراپا حاجت ہونا نمایان ہے اسلیئے یہ کسقدر سخت گمراہی اور غلطی ہے کہ کسی آدمی کو
خدا سمجھ لیجیے اور ان حاجات کو بھی جانے دیجئے بول و براز تھوک سنک میل کچیل وغیرہ
آلائشون کو دیکھئے تو پھر خدائی کی تجویز انھین کا کام ہے جنکو خدا سے کچھ مطلب نہین
افسوس صد افسوس اپنے گھر اگر بندر سور کی شکل کا لڑکا پیدا ہو جائے تو کسقدر رنجیدہ
ہون کہ الٰہی پناہ حالانکہ بندر اور سور اور آدمی اور بھی کچھ نہین تو مخلوق ہونے اور
کھانے پینے اور بول و براز مین تو شریک ہین اور خدا کے لئے ایسی اولاد تجویز کرین
جسکو کچھ مناسبت ہی نہو تمھین فرماؤ جو شخص کھانے پینے کا محتاج ہو بول و براز سے

مجبور ہو اُس مین اور خدا مین کونسی بات کا اشتراک ہے جو خدا کا بیٹا یا خدا کہتے ہو توبہ کرو اور خدا کے غضب سے ڈرو ایسے محتاج ہو کر ایسے غنی مستغنی کی اتنی بڑی گستاخی جنکو تم خدا یا خدا کا بیٹا سمجھتے ہو اُن مین آثار عبودیت ہمسے بھی زیادہ تھے علاوہ ان عیوب کے جنکو عرض کر چکا ہون انکا زہد و تقوے اور خوف و خشیت اور طاعت و عبادت جسمین شب و روز وہ لوگ غلطان پیچان رہتے تھے خود اس بات پر شاہد ہے کہ ان مین خدائی کی بو بھی نہ تھی فرعون نے خدائی کا بہروپ اور سانگ تو بنا رکھا تھا وہان تو یہ بھی نہ تھا جس وقت فرعون کے خدا کہنے والے مستوجب عتاب ہوئے تو حضرت عیسٰی کے خدا کہنے والے کیونکہ مستحق عذاب نہون گے یہان تو ہر پہلو سے بندگی ہی ٹپکتی تھی اقرار تھا تو بندگی کا تھا اور کار تھا تو بندگی کا تھا اگر وہ اپنے بندہ ہونے کو چھپاتے اور دعوے خدائی کرتے عبادت زہد و تقوی سے کچھ مطلب نہ رکھتے تو خیر کسی عاقل یا جاہل کو اگر بوجہ معجزات اُن کی طرف گمان خدائی ہو جاتا تو ہو جاتا افسوس تو یہ ہے کہ عقل و دانش سب موجود وہان بجز آثار بندگی اور کوئی چیز نہین تسپر اُن کو خدا کہے جاتے ہین اور باز نہین آتے یہ کس شراب کا نشہ ہے جسنے عقل و دانش سب کو بیکار کر دیا کیا عقل و دانش فقط اس متاع قلیل دنیا ہی کے لئے خدا نے عطا فرمائی تھی ہرگز نہین یہ چراغ بے دود راہ دین کی نشیب و فراز کے دریافت کرنے کے لئے تھا اب بھی کچھ نہین گیا باز آؤ توبہ کرو اور ایسی گستاخیان کرکے اپنی عاقبت خراب نہ کرو تسپر یہ کیا ستم ہے کہ اُس ایک خدا کو ایک بھی حقیقت کی رو سے کہتے ہو اور تین بھی حقیقت ہی کی رو سے کہتے ہو اور باز نہین آتے اے حضرات عیسائی دردمندی نوعی کے باعث یہ کمترین خستہ حال سمع خراش ہے کہ اصول دین مین ایسی محال باتون کا ہونا بیشک اہل عقل کے نزدیک بطلان مذہب کے لئے کافی ہے صاحبو عقیدہ ایک قسم کی خبر ہوتی ہے جسکے صحیح و صادق ہونے پر مذہب کا صحیح و صادق ہونا اور اُس کے غلط اور جھوٹ ہونے پر مذہب کا غلط اور جھوٹ ہونا موقوف ہوتا ہے کیونکہ اور باقی کارخانہ یعنے بندگی و عبادت اُسی خبر اور اعتقاد کی باعث ہوتا ہے

مگر تمھین کہو ایک شے کی حقیقت مین ایک ہونے اور پھر حقیقت مین تین ہونے کو کس کی عقل
صحیح و صادق کہدے گی یہ ایسی غلطی عظیم الشان ہے جس کو لڑکون سے لیکر بوڑھون تک بے
بتلائے سمجھ جاتے ہین تثلیث اور توحید کے اجتماع کے محال ہونے پر عقل ایسی طرح شاہد ہے
جیسے آنکھ آفتاب کے نورانی ہونے پر یعنے جیسے بے واسطہ غیر ہر کسی کو اپنی آنکھ سے آفتاب کا
رانی ہونا معلوم ہو جاتا ہے ایسے ہی اجتماع مذکور کا محال ہونا بے واسطہ دلیل عقل کے
زدیک واضح اور روشن ہے اور ادھر اجتماع مذکور کے ثبوت پر نہ عقل بے واسطہ شاہد ہے
نہ بواسطہ کوئی قوی دلیل عقلی ہے نہ ضعیف جس سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ تثلیث اور توحید
دونون صحیح ہین اس صورت مین اگر کوئی انجیل کا فقرہ اس مضمون پر دلالت بھی کرے تو اُس
فقرہ ہی کو غلط کہین گے اور شہادت عقل کو غلط نہ کہین گے القصہ دلیل نقلی ہو یا عقلی اُس سے
جو مطلب ثابت ہوگا وہ بمنزلہ شنیدہ ہوگا اور جو بات بے واسطہ دلیل خود معلوم ہو گی
وہ بمنزلہ دیدہ ہوگی اور ظاہر ہے کہ ؎ شنیدہ کے بود مانند دیدہ ۞ اگر کوئی شخص فرض کرو
کہین اونچے پر کھڑا ہوا آفتاب کو بچشم خود دیکھے کہ کسی قدر اُفق سے اونچا ہے اور ایک شخص کسی
دیوار کے پیچھے بیٹھا ہوا بوسیلہ گھڑی یہ سمجھے کہ آفتاب غروب ہو چکا تو وہ شخص جو اپنی آنکھ سے
آفتاب کو دیکھ رہا ہے بالیقین یہی سمجھے گا کہ یہ گھڑی غلط ہے القصہ جیسے گھڑی اوقات
شناسی کے لئے بنائی گئی ہے مگر بمقابلہ چشم بینا اُس کا اعتبار نہین اور وجہ اسکی یہ ہے کہ
گھڑی مین غلطی ممکن ہے ایسے ہی انجیل بھی ہدایت کے لئے اُتاری گئی ہے مگر بمقابلہ عقل
مصفا اُسکا اعتبار نہین اور وجہ اسکی یہ ہے کہ نقل کتاب مین غلطی ممکن ہے البتہ جیسے
آنکھ بشرطیکہ صاف ہو اپنے ادراک مین غلطی نہین کرتی اور اُسکا ادراک یہی ہے کہ مبصرات
کو بے واسطہ غیر دریافت کرے نوبت سماعت کی نہ آئے ایسے ہی عقل مصفا بھی اپنے
ادراک مین غلطی نہین کرتی مگر اُسکا ادراک یہی ہے کہ معقولات کو بے واسطہ دلائل سمجھے
نوبت استدلال نہ آئے پھر طرفہ یہ ہے کہ وہ فقرہ جو اس قسم کے مضامین پر دلالت

کرتا ہے خود مسیحیون کے نزدیک اُن کے علماء کے اقرار کے موافق منجملہ ملحقات ہے چنانچہ نسخہ
بیبل مطبوعہ مرزاپور سنہ ۱۸۴۰ء مین اس فقرہ کے حاشیہ پر مہتممان طبع نے جو بڑے بڑے پادری تھے
چھاپ بھی دیا ہے کہ یہ فقرہ کسی قدیم نسخہ مین نہین پایا جاتا مگر تسپر بھی وہی تعصب اور وہی عقیدہ
اے حضرات مسیحی ہمارا کام فقط عرض معروض سمجھانے کی بات سمجھ لینا تمھارا کام ہے خدا سے التجا ہے
کہ حق کو حق کر کے دکھلائے اور باطل کو باطل کر کے دکھلائے بُرا نمانو تو سچ یہ ہے کہ سچے عیسائی ہم ہین
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال و افعال کے موافق اُن کو بندہ سمجھتے ہین خدا اور خدا کا بیٹا
نہین سمجھتے خدا کو ایک کہتے ہین تین نہین کہتے اسکے بعد یہ گزارش ہے کہ وہ خداوند عالم جس کا
جلال ازلی اور ابدی ہے تمام عالم کا بنانے والا اور سب کا مارنے جلانے والا ہے مگر اُسکے افعال
اختیاری ہین ایسے نہین جیسے ڈھیلے پتھر کو کہین پھینک دیجئے تو چلا جائے نہین تو نہین اگر
بالفرض ایسا ہو تو یون کہو کہ وہ اپنی حرکت و سکون مین اورون کا محتاج ہو جائے اور وہ اُن کا
محتاج نہین مگر ہر کوئی جانتا ہے کہ بعد تسلیم اس بات کے کہ جو کچھ مخلوقات مین علم و قدرت ہے
وہ سب خدا کے فیض سے ہے خدا تعالے کا اورون کی نسبت مجبور کرنا ایسا ہو گا جیسا یون
کہیے اصل مین کشتی مین بیٹھنے والے متحرک ہین اور کشتی کی حرکت اُن کا فیض ہے یا آب گرم
آگ سے گرم ہے پر گرمی آتش آب کا فیض ہے الغرض یہ نہین ہو سکتا کہ خداوند عالم باوجود
یکتائی اور خالقیت زور و قدرت مین اور کسی کے سامنے مجبور ہو سوائے اُسکے اگر ہے تو یہی
خلق و عالم ہے پھر اُنھین سے خالق مجبور ہونے لگے تو اُلٹے بانس بہاڑ کو جانے لگین اسلیے
یہ بات بالضرور جاننی لازم ہے کہ اُس نے اپنے ارادہ سے سب کچھ کیا ہے اور اپنے ارادہ
سے سب کچھ کرتا ہے کیونکہ افعال کی یہی دو قسمین ہین ایک اختیاری اور ایک اضطراری
جو کسی اور کے جبر کے باعث سرزد ہون مثل صفات ضرورت اور وجوب کا احتمال ہی نہین
ورنہ حاصل افعال قدیم ہو جاوے اور سب جانتے ہین کہ حاصل افعال خداوندی یہی
مخلوقات ہین یا واقعات جو ایک دوسرے کے بعد ہوتے رہتے ہین سو اگر افعال

قدیم ہون تو یہ مفعولات بھی قدیم ہو جائیںن علاوہ برین افعال ایک قسم کی حرکت ہوتی ہے
اور حرکت مین ہردم تجدد اور حدوث رہتا ہے اُس مین قدم کا احتمال ہی نہین جو واجب
ہونے کا وہم آئے اور جب واجب نہین تو پھر بہی دو صورتین ہین یا اختیاری ہون گے مگر یہ
بھی ظاہر ہے کہ ارادہ کے کامون مین ارادہ سے پہلے اس کام کو سمجھ لیتے ہین مکان اگر بناتے
ہین تو اُس کا نقشہ بنا لیتے ہین کھانا پکاتے ہین تو اُس کا تخمینہ کر لیتے ہین کپڑا سیتے ہین تو قطع
کر لیتے ہین اسلئے یہ ضرور ہے کہ خداوند عالم نے جو کچھ بنایا یا بنائے گا اُس کا نقشہ اور اُس کا
تخمینہ اور اُس کا کینڈا بالضرور اُس کے پاس ہوگا ورنہ لازم آئے گا کہ اُس کے کاروبار
مثل حرکات و سکنات حجر و شجر ہون نعوذ باللہ اس صورت مین بعض اسباب کا بعض
کامون مین دخیل ہونا ایسا ہوگا جیسا باوجود تیاری نقشۂ مکان معمار اور مزدور وغیرہ
کا اس مکان کی تیاری مین دخیل ہونا یا جیسے کھانے پکانے مین باوجود تخمین مقدار و
کیفیت لذات آگ وغیرہ اشیاء کا دخیل ہونا بلکہ غور کیجئے تو جو جو اشیاء کسی کام مین دخیل
معلوم ہوتی ہین سارے عالم کی نسبت وہ بھی منجملہ اجزاء نقشہ عالم ہون گی اگرچہ بہ نسبت نقشہ قدر
مقصود خارج ہو اسی کو اہل اسلام تقدیر کہتے ہین لغت عرب مین تقدیر بمعنے اندازہ ہے اور اس وقت
وجہ تسمیہ ظاہر ہے اس صورت مین بھلائی برائی جنت و دوزخ اگر ہون اور پھر جنت مین بھلون کا
جانا اور دوزخ مین بُرون کا جانا ایسا ہوگا جیسا مکان کا دالان اور پاخانہ اور رحمت و
آرام کے لئے یہان آنا اور پاخانہ پیشاب کے لئے وہان جانا جیسے یہان اگر پاخانہ کی زبان ہو اور وہ
شکایت کرے کہ میرا کیا قصور ہے جو ہر روز مجھ مین پاخانہ ڈالا جاتا ہے اور دالان نے کیا انعام کا کام کیا ہے
جو اُس مین یہ فرش و فروش و شیشہ آلات و جھاڑ فانوس و عطر و خوشبو ہے تو اُس کا یہی جواب
ہوگا کہ تو اسی کے لائق ہے اور تجھکو اسی کے لئے بنایا ہے اور وہ اُسی کے قابل ہے اور اُس کو اُسی لئے
بنایا ہے علی ہذا القیاس ناپاکی مثل پاخانہ و پیشاب اگر یہ شکایت کرین کہ ہمنے کیا قصور کیا کہ جو پاخانہ
ہی مین ڈالے جاتے ہین کبھی دالان نصیب نہین ہوتا اور عطر و خوشبو وغیرہ نے کیا انعام کا کام

کیا ہے جو ہمیشہ دالان ہی مین رہتے ہین اور کبھی پاخانہ مین اُن کو نہین بھیجا جا"تا تو اُس کا جواب بھی یہی ہوگا ایسے ہی اگر دوزخ اس کی شکایت کرے کہ مین نے کیا قصور کیا ہے اور جنت نے کیا انعام کا کام کیا یا بُرائی یہ شکایت کرے کہ مین نے کیا قصور کیا جو میرے لئے سوائے دوزخ اور بُرے لوگون کے اور کچھ نہین اور بھلائی نے کیا انعام کا کام کیا جو ہمیشہ اچھے آدمی اور جنت ہی اُس کے لئے ہے یا بُرے آدمی یہ شکایت کرین کہ ہم اگر بُرے ہین تو تقدیر کی بڑائی ہے ہمارا کیا قصور اور اچھے آدمی اگر اچھے ہین تو تقدیر کی بھلائی ہے اُن کا کیا زور تو یہان بھی یہی جواب ہوگا کہ تم اسی لائق ہو اور تمھین اسی لئے بنایا ہے اور وہ اُسی قابل ہین اور اُن کو اُسی لئے بنایا ہے القصہ اگر بنی آدم اپنے وجود اور کمالات وجود کو مثل علم ارادہ قدرت وغیرہ خدا کی طرف سے مستعار سمجھتا ہے جیسا ہمنے بوجہ اتم سمجھا دیا ہے تب تو یہ جواب ہے کہ ادھر ہم مالک اور ہمکو اختیار ادھر تمکو اس لئے بنایا اور تم اسی قابل ہو جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بندہ سر رضا و تسلیم خم کرے اور چون و چرا کچھ نہ کرے یا اضطراری مگر اضطراری ہونے کا بطلان تو بانیوجہ ظاہر ہو گیا کہ اضطراری مجبوری کو کہتے ہین سو خدا تعالی اگر مجبور ہوگا تو کس سے عالم اور کون ہے اگر ہوگا تو عالم ہی مین کسی کا مجبور ہوگا اور ظاہر ہے کہ یہ بات ظاہر البطلان ہے کہ اختیار و قدرت مخلوقات ہو تو خدا کا دیا ہوا اور پھر خدا ہی اُن کے سامنے مجبور ہو جائے اس لئے کہ اس صورت مین اور اُلٹا خدا تعالی کو مخلوقات سے مستفید کہنا پڑے گا کیونکہ جب خدا تعالے مخلوقات کے سامنے مجبور ہوگا تو یہ معنے ہون گے کہ اُس کے افعال مخلوقات کی قدرت سے اِس طرح صادر ہوتے ہین جیسے کشتی مین بیٹھنے والون کا پار ہو جانا کشتی کے پار ہو جانے کی بدولت ہوتا ہے مگر ظاہر ہے کہ اس صورت مین جیسے کشتی نشین حرکت مین خود کشتی سے مستفید ہوتے ہین ایسے ہی خدا تعالی بندون سے مستفید ہوگا حالانکہ خوب طرح یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اختیار و قدرت وغیرہ صفات کمال مین بندہ خدا تعالی سے مستفید ہے اِس تقریر سے یہ بات بھی اہل عقل کو معلوم ہو گئی ہوگی کہ عالم سارا کا سارا حادث ہے اُس مین ایک چیز بھی قدیم نہین اگر ایک چیز بھی قدیم ہوگی تو اُسی چیز کی نسبت یہ کہنا پڑے گا کہ یہ چیز مخلوق نہین اور جب

مخلوق نہوگی تو دوسرا خدا اور نکلے گا جس کے ابطال کے لئے بعد ملاحظہ تقریرات گذشتہ اور کسی
دلیل کی ضرورت نہین وجہ اس بات کی کہ کوئی چیز قدیم ہوگی تو پھر مخلوق نہوگی یہ ہے کہ خلق یعنے
پیدا کرنا ایک فعل ہے بلکہ سب مین پہلا فعل ہے اور خدا کے افعال سب اختیاری ہین اور
اگر خدا نخواستہ اختیاری نہون اضطراری ہون تب بھی ایک اختیار ماننا پڑے گا کیونکہ اضطرار کے تو
معنے یہی ہین کہ کسی صاحب اختیار کے سامنے مجبور ہو جاوے غرض ہر فعل مین اپنا یا کسی بیگانہ
کا اختیار ماننا پڑے گا اور ظاہر ہے کہ ایجاد کا اختیار اُنھین چیزون مین متصور ہے جو اپنے
وجود سے پہلے معدوم ہون کیونکہ اختیار ایجاد اس کا نام ہے کہ معدومات کو چاہے معدوم رکھے
چاہے موجود کر دے جیسا اختیار افنا اس کا نام ہے کہ چاہے موجود رکھے چاہے معدوم کر دے سو
اگر موجودات عالم کو خدا تعالی کا مخلوق کہین گے اور خدا تعالی کو اُن کے پیدا کرنے مین صاحب
اختیار سمجھین گے تو بالضرور ہر شئے کے وجود سے پہلے اُس کو معدوم کہنا پڑے گا لیکن جب یہ بات مسلم
ہو چکی تو اب اور سُنیے کہ جب وجود و کمالات وجود عالم سب خداوند عالم کی طرف سے مستعار ہوئے
تو دو باتین واجب التسلیم ہوئین اوّل تو یہ کہ مخلوقات کے افعال اختیاری خداوند عالم کے اختیار
سے ہوتے ہین کیونکہ جیسے آئینہ کے نور سے در صورتیکہ عکس آفتاب و ماہتاب و نور آفتاب و
ماہتاب اُس مین آیا ہوا ہو اگر در و دیوار منور ہوتے ہین تو وہ آفتاب و ماہتاب ہی سے
منور ہوتے ہین ایسے ہی در صورتیکہ زور و قدرت مخلوقات خدا کی زور و قدرت سے مستعار
ہوئی تو جو کام اُن کے اختیار و قدرت سے ہوگا وہ خدا ہی کے اختیار و قدرت سے ہوگا
کیونکہ اُن کا [illegible] ار و قدرت خدا ہی کے اختیار اور قدرت سے مستعار ہے دوسرے یہ بات
بھی ماننی لازم ہوگی کہ عالم کا نفع و ضرر سب خداوند عالم کے ہاتھ ہے وجہ اِس کی مطلوب ہے
تو سُنیے دھوپ جسقدر آفتاب کے قبضہ و قدرت مین ہے اُسقدر زمین کے قبضہ و قدرت مین
نہین اگرچہ زمین سے متصل اور آفتاب سے منفصل ہے زمین اسقدر نزدیک کہ اُس سے
زیادہ اور کیا ہوگا اور آفتاب سے اسقدر دور کہ لاکھون کوس کہئے تو بجا ہے مگر تیر آفتاب آتا ہے تو دھوپ

آتی ہے اور جاتا ہے تو ساتھ جاتی ہے پر زمین سے یہ نہین ہوسکتا کہ دھوپ کو چھین کر رکھ لے
آفتاب کو اکیلا جانے دے وجہ اس کی بجز اسکے اور کیا ہے کہ نور زمین نور آفتاب سے مستعار ہے
مگر یہ ہے تو وجود مخلوقات اور کمالات مخلوقات بھی خدا کے وجود اور کمالات سے مستعار ہین
اسلئے ایسے ہی خداوند عالم اور وجود مخلوقات کو بھی سمجھئے وجود مخلوقات کو مخلوقات سے متصل
اور خدا کو اُس سے ورا الورا ر مگر پھر بھی جسقدر اختیار اور قبضہ خدا کا اس وجود پر ہے اُسقدر
مخلوقات کا قبضہ اُس پر نہین ان آثار سے ظاہر ہے کہ وجود مخلوقات ملک مخلوقات نہین ملک
خالق کائنات ہے کیونکہ جیسے لباس مستعار مستعیر کے بدن سے متصل ہوتا ہے مگر بوجہ اختیار
داد وستد معیر کی ملک سمجھا جاتا ہے گو اُس کے بدن سے متصل نہین ایسے ہی بوجہ اختیار داد وستد
وجود کائنات کو ملک خدا سمجھئے اُس کا دینا لینا جس کو عطا و سلب اور نفع وضر بھی کہتے ہین دونون
اُسی کے ہاتھ مین ہین اور علاوہ نفع وضر با ہو جہ کہ ساری خوبیان اُس کے لئے مسلم ہو چکین
اور سوا اُس کے جس کسی مین کوئی بھلائی ہے تو اُسی کا پرتوہ ہے یہ بھی تسلیم کرنا ضرور ہوگا کہ
محبوبیت اصل مین اُسی کے لئے ہے سوا اُس کے جو کوئی محبوب ہے اُس مین اُسی کا پرتوہ ہے
یہ بات جب ذہن نشین ہو چکی تو اور سُنئیے کہ مدار کار اطاعت فقط اُنھین تین باتون پر
یا اُمید نفع و راحت پر یا اندیشہ نقصان و تکلیف پر یا محبوبیت پر نوکر اپنے آقا کی اطاعت
نوکری کی اُمید پر کرتا ہے اور رعیت اپنے حاکم کی اطاعت اندیشہ اور خوف تکالیف سے
کرتی ہے اور عاشق اپنے محبوب کی اطاعت بتقاضائے محبت اُس کی محبوبیت کے باعث
کرتا ہے جب یہ تینون باتین اصل مین خدا ہی کے لئے ہوئین تو ہر قسم کی اطاعت بھی اُسی کے
لئے ہونی چاہیئے اور کسی کو اُس کا شریک کیجیے تو پھر ایسا قصہ ہے کہ نوکر تو کسی کا ہو اور خدمت
کسی کی کرے رعیت کسی کی ہو اور حاکم کسی کو سمجھے معشوق کوئی ہو اور یاد کسی کو کرے اور ظاہر ہے
کہ ایسے نوکر لائق ضبط تنخواہ اور ایسی رعیت قابل سزائے بغاوت اور ایسے عاشق دھکے
دینے کے لائق ہوتے ہین انعام و اکرام تو درکنار پھر اُس پر اگر وہ غیر جس کی اطاعت مین

نوکر سرگرم ہو اور اس وجہ سے آقا کی خدمت چھوڑ بیٹھے خود اُس کے آقا ہی کا غلام ہو اور وہ شخص
جس کو رعیت کا آدمی اپنا حاکم سمجھتا ہے خود اُس کی بادشاہی کا ماتحت ہو اور وہ شخص جو معشوق کو
چھوڑ کر جسکو یاد کرتا ہے وہ خود اُس کے معشوق سے ایسی نسبت رکھتا ہو جیسے آفتاب سے اُسکا وہ
عکس جو کسی خراب سے آئینہ مین ہوتا ہے تو ایسی صورت مین وہ عتاب اول اور بھی بڑھ جاتا ہے
کیون کہ اس صورت مین احتمال ہمسری وزیادتی غیر ہو ہی نہین سکتا جو اس دغا کے لئے
کوئی بہانا ہو بالجملہ اطاعت بجز خداوند عالم اور کسی کی جائز نہین ہان جیسے حکام ماتحت کی طاعت
بشرطیکہ وہ اپنے بادشاہ کے ماتحت ہو کر حکمرانی کرین آثار بغاوت نمایان نہون عین بادشاہی کی
اطاعت ہے اسلئے کہ حکام ماتحت کے احکام بادشاہی کے احکام ہوتے ہین ایسے ہی انبیا اور
علما کی اطاعت بشرطیکہ علما بمقتضائے منصب نیابت حکمرانی کرین وہ عین خدا ہی کے
احکام ہین اس تقریر کے بعد یہ گزارش ہے کہ اطاعت یعنے فرمان برداری بشرطیکہ اپنے حاکم اور
فرمان روا کو نفع وضرر کا مالک حقیقی اور محاسن اور محامد کا منبع تحقیقی سمجھے عبادت اور بندگی ہے
اور جو یہ بات نہو یعنے اُسکو مالک نفع وضرر بطور مذکور اور منبع محاسن ومحامد بطرز مشار الیہ
نہ سمجھے تو عبادت نہین کیونکہ پھر وہ اطاعت حقیقت مین اُس کی نہین ہوئی جسکی اطاعت
کرتا ہے آخر اگر کوئی حاکم معزول ہو جائے تو پھر اُسکی اطاعت کون کرتا ہے علی ہذا القیاس
اگر محاسن ومحامد کسی شخص مین نہ رہین تو پھر اُسکا عاشق اور خریدار کون بنتا ہے اور ظاہر ہے
کہ خداوند عالم سے یہ باتین اورون کی طرح نہین جدی ہو سکتین جو یون کہا جائے کہ جس مین
ملکیت نفع وضرر اصلی ہے وہی معبود ہے خدا نہین اور جس مین یہ محاسن اصلی ہین وہی محبوب ہے
خدا نہین مگر چونکہ طاعت مطیع کی ذلت اور مطاع کی عزت کو متضمن ہے تو وہ اعزاز جس مین کسی
کو بذات خود مستحق سمجھ لیا جائے یعنے اُس کو مالک نفع وضرر اور منبع محاسن سمجھا جائے اگرچہ از قسم
اطاعت یعنے امتثال امر ونہی نہو وہ بھی منجملہ عبادت ہوگا علی ہذا القیاس اس اعتقاد کے
ساتھ کہ خدا تعالی ہمارے نفع وضرر کا مالک ومختار ہے اور تمام محاسن کی اصل اور منبع ہے

جون سے اعمال کو ایسی نسبت ہو جیسے ہماری روح کے ساتھ ہمارے بدن کو اور اُس کے قواے
مختلفہ کو جیسے قوت باصرہ اور قوت سامعہ مثلاً بدن کے اعضائے مختلفہ یعنے آنکھ کان کے ساتھ مثلاً تو
وہ افعال بھی منجملہ عبادات شمار کئی جائینگے ہان اتنا فرق ہوگا جتنا روح اور بدن اور قوت
باصرہ اور آنکھ مین فرق ہے یعنے جیسے روح ہماری اصلی حقیقت ہے اور عالم اجسام مین بدن اُس کا
قائم مقام قوت باصرہ ابصار مین اصل ہے اور آنکھ عالم اجسام مین اُس کا خلیفہ ایسے ہی اصل
عبادت وہ اعتقاد دلی ہوگا اور وہ اعمال عالم اعمال مین اُس کے خلیفہ سو جیسے قوت باصرہ
کا خلیفہ آنکھ ہی ہوتی ہے کان نہین ہوتا اور آنکھ قوت باصرہ ہی کا خلیفہ ہوتی ہے قوت سامعہ
کا خلیفہ نہین ہوتی ایسے ہی اعتقاد مذکور کا خلیفہ وہی اعمال ہونگے جن کو وہ نسبت حاصل
ہو اور اعمال نہونگے اور وہ اعمال بھی اُسی اعتقاد کا خلیفہ سمجھے جائینگے اور اعتقاد کا خلیفہ
نہونگے سو جیسے بدن انسانی کو دیکھکر سارے معاملات جسمانی انسان ہی کے مناسب کئے
جاتے ہین گو اُس کے پردہ مین روح خنزیر ہی کیون نہو اور جسم خنزیر ہو تو سارے معاملات
جسمانی خنزیر ہی کے مناسب کئے جائینگے گو اُس کے پردہ مین روح انسان ہی کیون نہو ایسے
ہی سجدہ وغیرہ اعمال کو جن کو اعتقاد مذکور کے ساتھ نسبت مذکورہ حاصل ہو عبادت ہی نہین گو
اُس شخص کی نسبت جس کو سجدہ کرتا ہے یہ اعتقاد مذکور حاصل نہو اس مثال کی تمہید کے بعد یہ گزارش
ہے کہ جو شخص خدا کو مالک نفع وضرر سمجھیگا اور اپنی حدوث وبقا یعنے پیدائش اور دوام مین ایسی
طرح اُس کی احتیاج ہوگی جیسے دھوپ کو اپنی حدوث وبقا مین آفتاب کی ہر دم حاجت ہے
تو بالضرور اُس کو ہر دم خدا کی طرف روئے نیاز ہوگی اور اپنی قدرت کو اُس کی قدرت سے
مستعار سمجھکر اُسی کے کامون کے لئے روکے رکھیگا سو اس کے اس خیال کو یہ بھی لازم ہے کہ
جیسے نور مستعار قطعات زمین آفتاب کے نور کا ایک ٹکڑا ہے اُس کا پورا نور اُس مین نہین آیا
اور اس وجہ سے اُس کی بڑائی اور اُس کی چھوٹائی لازم ہے ایسے ہی اپنی ہستی کو ایک حصہ حقیر سمجھے
اور خدا کے وجود کو عظیم الشان خیال کرے ادھر جیسے بوجہ علیت آفتاب کا علو مراتب

اور زمین کے نور کے مرتبہ مین کمی لازم ہے ایسے ہی خدا کی علو مراتب اور اپنی پستی مرتبہ کا اعتقاد
اور اقرار ضرور ہے مگر روی نیاز قلبی کا اُونفر ہونا دل کی بات ہے احوال جسمانی مین اُس کا قائمقام
اگر ہو سکتا ہے تو اُس جہت کا استقبال ہو سکتا ہے جو بمنزلہ آئینہ جو بعض اوقات تجلی گاہ آفتاب
بنجاتا ہے عالم اجسام مین خدا کی تجلی گاہ ہو اور اُس کے کام کے لئے اپنی قدرت کی رو کے رکھنے
کے مقابلہ مین اگر ہے تو اپنے ہاتھون کا باندھکر کھڑا ہو جاتا ہے جو اس بات کی طرف مشیر ہے کہ
خدمت کے لئے استادہ ہے اور اُس کی عظمت کے لحاظ کے بعد جو اپنے نفس کی تحقیر کی کیفیت اپنے دل پر
طاری ہونی چاہیئے عالم اجسام مین اُس کے قائم مقام اور اُس کے مقابلہ مین اگر ہے تو جھک جانا ہے
جس کو اصطلاح اہل اسلام مین رکوع کہتے ہین اُس کے علو مراتب کے اعتقاد کے بعد جو اپنی پستی کے
خیال کی کیفیت دل مین پیدا ہوتی ہے اُس کے مقابلہ مین اور اُس کے قائم مقام اس بدن کے
احوال و افعال مین اگر ہے تو یہ ہے کہ اپنا سر اور مُنہ جو محل عزت سمجھی جاتی ہین زمین پر رکھے اور
ناک اُس کے خاک آستانہ پر رگڑے اس کو اہل اسلام سجدہ کہتے ہین مگر جب ان افعال مذکورہ
کو اُن اُمور قلبیہ کے ساتھ وہ نسبت ہوئی جو بدن کو روح کے ساتھ تو جیسے بدن انسانی کو بوجہ
نسبت مذکورہ انسان کہتے ہین ایسے ہی افعال مذکورہ کو بوجہ نسبت مذکورہ عبادت کہنا لازم
ہو گا اور سوا خدا کے اور کسی کے لئے ان افعال کا بجا لانا روا نہو گا منجملہ شرک سمجھا جائے گا
اب اور سُنیئے جب بوجہ اعتقاد و احوال مشار الیہا و افعال مذکورہ بندہ نے یہ ثابت کر دکھایا
کہ مین سراپا اطاعت ہون تو منجملہ ملازمان بارگاہ احکم الحاکمین سمجھا جائے گا اور بایں وجہ
کہ اموال دنیوی مملوک خداوند مالک الملک ہین چنانچہ اس کا ثبوت معروض ہو چکا ہے اور
پھر وہ اموال کسی قدر نہ کسی قدر بندہ کے قبض و تصرف مین رہتے ہین اس لئے بندہ اُن اموال
کی نسبت خازن و امین سمجھا جائے گا اور اُس کے صرف مین تابع فرمان خداوندی رہا کرے گا
اور جو کچھ خرچ کرے گا خدا کا مال سمجھکر حسب اجازت خداوندی صرف کیا کرے گا خود کھائے گا
اور اپنے صرف مین لائے گا تو خدا کی اجازت سے کھائے گا اور صرف مین لائے گا اور کسی دوسرے کو

دے دلائے گا تو حسب اجازت خداوندی دے دلائے گا مگر خداوند کریم کے لطف و رحمت سے یہ بعید ہے
کہ جو وقابض نوا مین حاجتمند ہو اور پھر اور ون کو دلوائے علی ہذا القیاس یہ بھی مستبعد ہے کہ
ایک شخص کی حفاظت و حراست مین خزانہ کثیر موجود ہو اور پھر محتاجون کو ترسائے اور نہ دلوائے
اسلیئے یہ بات قرین حکمت ہے کہ تھوڑے اموال مین سے تو کسی اور کو نہ دلوائین اور زیادہ ہو تو اورون
کے لیئے کچھ حصہ تجویز کر دین اس صورت مین اُس بندہ کا حصہ مذکور کو دینا اور حسب ارشاد
خداوندی صرف کرنا بطور نیابت ہوگا یعنے جیسے خادم اگر حسب اجازت اپنے آقا کے مال
مین سے کسی کو کچھ دیتا ہے تو وہ آقا کا دیا سمجھا جاتا ہے اور خادم محض نائب داد و دہش ہوتا ہے
اس قسم کی عبادت کو اہل اسلام زکوۃ کہتے ہین یہ دونون باتین جسمین سے ایک تو بجمیع الوجوہ
عبادت ہے اور دوسری بات بوجہ مذکور تو نیابت اور بوجہ فرمان برداری عبادت ہے خدا
کے مالک الملک اور احکم الحاکمین ہونے کا ثمرہ ہے جس کے اثبات سے بحمد اللہ فراغت ہو چکی اب
رہی خدا کی محبوبیت اور اُس کی خوبیان جس کو جمال سے تعبیر کیجیے تو بجا ہے اُس کے متعلق بھی دو
باتین ہونی چاہئیین ایک تو خدا کے سوا اور چیزون سے بیغرضی کیونکہ جب غلبۂ محبت محبوبان
مجازی مین کسی چیز کی پرواہ نہین رہتی تو محبوب حقیقی کی محبت مین یہ بات کیون نہوگی دوسرے
اس بیغرضی کے بعد اپنے محبوب یعنے خدا کے شوق مین محو ہو جانا اور پھر بمقتضائے وقت
کبھی وجد ہے کبھی کسی صحرا مین تصور یار مین غرض معروض ہے کبھی ناصح سے بیزاری کبھی
اخلاص سے جان و مال قربان کرنے کی تیاری علی ہذا القیاس جو جو کیفیتیں ہوا کرتی ہین
سو پہلی بات کے مقابلہ مین اور اُس کے قائم مقام تو روزے ہین جس مین اس بات کی طرف
اشارہ ہے کہ غلبۂ محبت الٰہی سے کھانے سے مطلب رہا نہ پینے کی حاجت نہ مرد کو عورت سے غرض
نہ عورت کو مرد کا خیال اور جب انھین باتون سے دست برداری ہے تو اور کیا رہ گیا سوا
ان کے جو کچھ ہے یا ان کے حاصل کرنے کے سامان ہین جیسے کھیتی نوکری تجارت مزدوری
یا اُن کا نتیجہ ہے جیسا دوائی امراض جو کھانے پینے وغیرہ سے حادث ہوتی ہین اور

سری بات کے مقابلہ مین اول تو بہ تقاضائے شوق اُس طرف کی راہ لیتے ہین جہان تجلی ربانی
اور پھر وہ بھی اس کیفیت سے کہ نہ سر کی خبر نہ پانو کا ہوش نہ ناخنون کی پرواہ نہ بالون کی غور
داخت سر برہنہ پا برہنہ ناخن بڑھے ہوے بال بڑھے ہوئے پریشان صورت نعرہ زنان
لا جاتا ہے اس کو اہل اسلام احرام کہتے ہین اور وہان جاکر کبھی وجد مین گھومتا ہے اور کبھی
ھر سے اُودھر نکل جاتا ہے اور اُدھر سے ادھر نکل آتا ہے اس کو طواف کہتے ہین اُس کے بعد
رائے عرفات مین تضرع وزاری ہے اور پھر ناصح نادان یعنے شیطان کے خاص مکان پر سنگ
ری ہے اور چونکہ عاشق کے حق مین نصیحت ایسی ہے جیسے جلتے توے پر پانی ڈال دیجئے تو اس لئے
ر سنگباران بہ تقاضائے اخلاص جان و مال کے فدا کرنے کی تیاری یعنے قربانی ہے اور جانفشانی
ہ اس قسم کی عبادت کو حج کہتے ہین مگر غیر محبوب سے بیغرضی جس کے مقابلہ مین رمضان کے روزے
ن اور شوق و محبت و وجد و تضرع و اخلاص مین باہم ارتباط تھا اس لئے بعد رمضان ہی
رام کے شروع کرنے کے دن ہین یعنے شوال و ذی قعدہ و عشرہ ذی الحج کو اس کام کے لئے رکھا
رض اودھر تو نماز و زکوۃ مین باہم ارتباط ہے اور ادھر روزون اور حج مین باہم ارتباط ہے
نا فرق ہے کہ وہان اصل عبادت جو بجمیع الوجوہ عبادت ہے یعنے نماز مقدم ہے اور زکوۃ جو بوجہ
ان برداری عبادت ہے اُس کے تابع اور اُس کے بعد۔ اور یہان رمضان کے روزے جو
یقت مین عبادت نہین ورنہ خدا کو معبود ہو کر عابد ہونا پڑے گا کیونکہ وہ بھی نہ کھائے نہ پیئے
ورت کے پاس جائے بلکہ بوجہ فرمان برداری عبادت ہین مقدم ہین اور حج جو اصل مین عبادت
اور بجمیع الوجوہ اُس کا عبادت ہونا ظاہر ہے چنانچہ اُس سے مؤخر وجہ اُس کی خود
ہر ہے وہان تو نماز کے بعد منصب نیابت و خدمت گزاری میسر آتا ہے اور یہان عشق کی اول
ل یہی ہے کہ غیر خدا پر خاک ڈالئے اس کے بعد اور سُنیئے جب بندہ مملوک اور محکوم خدا ٹھہرا
ھر خدا کا محب و مخلص بنا تو بالضرور دو باتین اُسکو بہ تقاضائے غلامی و محبت کرنی پڑین گی ایک تو جو
سکے دوست ہون جان و مال سے اُنکی مدد کرے اور جو خدا کے دشمن ہون اُن کی جان و مال

کی تاک مین رہے اور اُن کی تذلیل سے نہ چوکے پہلی کو حب فی اللہ اور دوسرے کو بغض فی اللہ
کہتے ہین سخاوت مروت ایثار حسن اخلاق حیا و صلہ رحمی عیب پوشی نصیحت خیر خواہی
وغیرہ اہل اسلام کے ساتھ اول سے متعلق ہین اور جہاد اور جزیہ کا لینا اور غنیمت کا لینا اور
مناظرہ وغیرہ دوسری سے متعلق ہین اور سُنیئے ان سب باتون کو اگر غیر خدا کی خوشنودی کے لئے
کرے اور نیت عبادت ہو تو یہ سب کی سب باتین شرک ہو جائین گی ورنہ نماز کے ارکان اور حج کے
ارکان تو شریک ہون گے اور چیزون کے ادا کرنے مین بغیر نیت عبادت شرک نہ ہو گا وجہ اس
تفریق کی یہی ہے کہ اصل عبادت یہ دو ہی باتین ہین اور اُن کی ہر ہر بات خدا کی عظمت اور
اُس کے مطاع ہونے پر دلالت کرتی ہے ان تقریرات لطیفہ کے بعد پھر یہ گزارش ہے کہ خداوند عالم
جب حاکم اور مطاع و محبوب ٹھہرا تو اُس کی رضا جوئی ہمارے ذمہ فرض ہوئی اور اس کی رضا کے
موافق کام کرنا ہمارے ذمہ لازم ہوا مگر یہ بات بے اطلاع رضا و غیر رضا متصور نہین مگر رضا کی اطلاع
کا یہ حال ہے کہ ہماری تمھاری رضا غیر رضا بھی بدون ہمارے بتلائے کسی کو معلوم نہین ہو سکتی خداوند عالم
کی رضا غیر رضا بے اُس کے بتلائے کسی کو کیونکر معلوم ہو سکے یہان تو یہ حال کہ ہم جسمانی ہین اور جسم
سے زیادہ کوئی چیز ظاہر نہین پھر اُس پر یہ حال ہے کہ سینہ سے سینہ ملا دین اور دل کو چیر کر
دکھلا دین تو بھی دل کی بات دوسرے کو معلوم نہین ہو سکتی خدائے عالم تو سب سے زیادہ لطیف ہے
اسی وجہ سے آج تک کسی کو دکھلائی نہین دیا پھر اُس کے دل کی بات بے اُس کے بتلائے کسی کو
کیونکر معلوم ہو سکے اور ایک دو بات اگر بدلالت عقل سلیم کسی کے نزدیک لایق امر و نہی خداوندی معلوم
بھی ہون تو اوّل اُس سے یہ لازم نہین آتا کہ خداوند عالم قابلیت امر و نہی کا پابند ہی رہے کیا
عجب ہے کہ بوجہ خود مختاری و بے نیازی اور کچھ حکم دیدے علاوہ برین اس قسم کے علم اجمالی سے
کیا کام چلتا ہے جب تک تفصیل اعمال من اولہ الی آخرہ معلوم نہو جائے تعمیل حکم نہین ہو سکتی
اس لئے اُس کے ارشاد کا انتظار ضرور ہے مگر اُس کی شان عالی کو دیکھئے تو یہ بات کب ہو سکتی ہے
کہ خود خداوند عالم ہر کس و ناکس کو اپنی رضا غیر رضا کی خبر دے اور ہر کسی کو منھ لگائے بادشاہان

نیا اس تھوڑی سی نخوت پر اپنی ہی بنی نوع سے نہین کہتے دو کان دو کان اور مکان مکان پر کہتے
ین پھرتے مقربان بارگاہ ہی سے کہدیتے ہین وہ اورون کو سُنا دیتے ہین اور بذریعہ اشتہارات
منادی اعلان کرادیتے ہین خداوند عالم کو ایسا کیا کم سمجھ لیا ہے کہ وہ ہر کسی سے کہتا پھرے
ان بھی یہی ہوگا کہ اپنے مقربون سے اور اپنے خواصون سے فرمائے اور وہ اورون کو پہنچائین
یسے لوگون کو اہل اسلام انبیاء اور پیغمبر اور رسول کہتے ہین لیکن دنیا کی تقرب اور خواصی کے
ئے سراپا اطاعت ہونا ضرور ہے اپنے مخالفون کو اپنی بارگاہ مین کون گھُسنے دیتا ہے اور
سند قرب پر کون قدم رکھنے دیتا ہے اس لئے یہ ضرور ہے کہ وہ مقرب جن پر اسرار و مافی الضمیر
شکارا کئے جائین یعنے اصول احکام سے اطلاع دیجائے ظاہر و باطن مین مطیع ہون مگر
جس کو خداوند علیم و خبیر باعتبار ظاہر و باطن مطیع و فرمان بردار سمجھے گا اُس مین غلطی ممکن
ہین البتہ بادشاہان دنیا موافق و مخالف و مطیع و عاصی و مخلص و مکار کے سمجھنے مین بسا اوقات
غلطی کھا جاتے ہین اس لئے یہان یہ ہو سکتا ہے کہ جس کو مطیع و مخلص سمجھا تھا وہ ایسا نہ نکلے یا
دشاہ کو بوجہ غلطی اُس کی طرف گمان مخالفت و مکاری پیدا ہو جائے اور اس لئے دربار سے نکالا جائے
گر خداتعالے کی درگاہ کے مقرب بوجہ عدم امکان غلط فہمی ہمیشہ مطیع و مقرب ہی رہین گے نظر برین یہ
زم ہے کہ انبیاء معصوم بھی ہون اور مرتبہ تقرب نبوت سے برطرف نہ کئے جائین گو خدمت نبوت کی
تخفیف ہو جائے لیکن جیسے مقربان بادشاہی اور خواص سلطانی مطیع و مقرب ہوتے ہین شریک
خدائی نہین ہوتے اس لئے اُن کو یہ اختیار نہو سکا کہ کسی کو بطور خود جنت یا جہنم مین داخل کردین
لبتہ بوجہ تقرب یہ ممکن ہے کہ وہ بہ کمال ادب کسی کی سفارش کرین یا کسی کی شکایت کرین
حباب کی سفارش کو جو انبیاء علیہم السلام دربارہ ترقی مدارج یا مغفرت معاصی خدا کی
رگاہ مین کرینگے اہل اسلام شفاعت کہتے ہین القصہ انبیاء کی معصومیت اور اُنکی شفاعت
قرین عقل ہے پر اُن کی گنہگاری اور دربارہ عطائے جنت یا ادخال نار اُن کی خود مختاری
گر قرینِ عقل نہین اور نہ یہ بات عقل مین آسکتی ہے کہ کسی کے عوض کوئی جنت مین چلا جائے

اور کسی کے عوض کوئی دوزخ مین رہجائے وجہ اس کی یہ ہے کہ محبت اور عداوت کے لئے کوئی وجہ
ضرور ہے علی ہذا القیاس انعام اور سزا کے لئے سب کی حاجت ہے جہان جہان وہ اسباب موجود
ہون گے وہان وہان محبت اور عداوت ہو گی اور پھر جہان جہان محبت اور عداوت ہو گی وہان
وہان عنایت اور التفات اور کشیدگی اور انقباض بھی ضرور ہو گا یہ نہین ہو سکتا کہ حسن وجمال
اور حسن خصال اور قرابت اور کمال اور احسان اور اعطاء مال تو کوئی کرے اور محبت اُن سے
ہو جائے جن کی صورت اچھی نہ سیرت بھلی قرابت ہے نہ کمال ہے احسان ہے نہ اعطاء مال ہے اجنبی
اجنبی احسان کے بدلے نقصان راحت کے عوض ایذا بھلائی کی عوض بُرائی کرتے رہتے ہین باوجود
ناانصافیون کے یہ بات تو بنی آدم مین بھی نہین خداوند داد گر مین یہ بات کیونکر ہو سکتی ہے اس
یہ ممکن نہین کہ اطاعت کوئی کرے اور ثواب کا مستحق کوئی ہو جائے گناہ کوئی کرے اور سزا کسی کو دیجائے
تابعداری تو انبیاء کرین اور مرحوم اُمتی ہو جائین اور گناہ و تقصیر تو امتی کرین اور ملعون انبیاء
علیہم السلام ہو جائین نعوذ باللہ منہا حضرت عیسی علیہ السلام یا اور انبیاء بدستور ویسے ہی
بارگاہ قرب مین اپنی شان و عظمت کے ساتھ موجود ہین نہ کبھی وہ عذاب مین گرفتار ہوے نہ
انشاء اللہ ہوے حضرات نصاری یہ نہت گستاخی ہے جو تم صاحب حضرت عیسی کی نسبت تجویز
کرتے ہو اس تقریر کے ملاحظہ کرنے والون کو یہ بات معلوم ہو گئی ہو گی کہ نبوت کے لئے اول
یہ ضرور ہے کہ ظاہر و باطن مین موافق مرضی خداوندی ہون اور ظاہر و باطن سے اطاعت
کے لئے تیار ہون اس لئے کہ جو اپنے موافق مرضی ہوتا ہے وہی مقرب ربانی ہو سکتا ہے اور
شخص ظاہر و باطن دونون طرح مطیع و فرمان بردار ہو وہی شخص حاکم ماتحت خدا ہو سکتا ہے اور
ظاہر ہے کہ بے تقرب بادشاہ سے کلام و گفتگو کوئی نہین کر سکتا اور بے تقرب چوبدار بادشاہی
کسی کے پاس سلام و پیام پادشاہی نہین لا سکتا ہے اسی طرح بے تقرب شرف ہمکلامی خداوندی
میسر نہین آ سکتا اور بے تقرب ربانی ملائکہ سلام و پیام خداوندی نہین لا سکتے مگر
تقرب جب موافق مرضی پر ہوئی تو بالضرور نبی مین تین باتیں ضرور ہوا گی

ل تو یہ کہ اخلاص و محبت خداوندی اس قدر ہو کہ ارادہ معصیت کی گنجائش ہی نہو دوسرے
اخلاق حمیدہ و پسندیدہ ہون کیونکہ ہر شخص اور ہر کام کرنے والا اپنی اخلاق کے موافق اور
سب کام کیا کرتا ہے سخی دیا کرتے ہین بخیل جمع کیا کرتے ہین خوش اخلاق اخلاق سے پیش آتے ہین اور
حت پہنچاتے ہین اور بد اخلاق بدی سے پیش آتے ہین اور ایذا دیا کرتے ہین اس لئے ہر کام ایک
صلت سے مربوط ہوگا اگر اچھی خصلت سے مربوط ہے تو اچھا ہوگا بُری سے مربوط ہے تو بُرا ہوگا اور
لاق اچھا بُرا ہونا اس پر منحصر ہے کہ خدا کے اخلاق کے موافق یا مخالف ہو جو خلق موافق ہوگا وہ اچھا
جھا جائے گا جو مخالف ہوگا وہ بُرا ہوگا اس لئے جو باتین موافق اخلاق خداوندی ہون اُن کا
ا کہنا بجز ناقص فہمون کے اور کسی کا کام نہین، مثلاً خداوند عالم بالاتفاق سب کے نزدیک اچھون سے
ش ہوتا ہے اور بُرون سے ناخوش اُن کو انعام دیتا ہے اُن کو سزا پہنچاتا ہے پھر جو شخص موبہو
یسا ہو اُس کو اورون سے کامل اور جان و دل سے محبوب رکھنا چاہئے نہ یہ کہ بجائے محبت عداوت
بجائے تعریف اُس مین عیب نکالنے لگین اس وقت یہ حضرات نصاریٰ کا اعتراض جہاد جو
ضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے ہین سراسر ناانصافی ہوگی یہ دو باتین یعنے اعمال
ا اخلاق تو ایک قسم کی باتین ہین یعنے کرنے کی باتین ہین اور معاملات سے متعلق ہین تیسری
ت جواز قسم دوم ہے وہ خوبی عقل و فہم ہے کیونکہ اول تو بدفہمی خود ایک ایسا عیب ہے کہ کیا
ے دوسری تقرب بقرب بین خود اسی غرض سے ہوتا ہے کہ بات کہئے تو سمجھ جائین اور سمجھکر خود بھی
میل کرین اور اورون سے بھی کرائین اس لئے انبیاء علیہم السلام خدا اور امت کے بیچ مین
یسے ہون گے جیسے آفتاب کے اور زمین کے بیچ مین قمر یعنے جیسے نور قمر آفتاب سے ماخوذ ہوتا ہے
ر زمین تک پہنچتا ہے اور درحقیقت مادہ نورانی زمین وہ نور قمر ہی ہوتا ہے ایسے ہی مادہ علم و
م امت انبیا ہی سے ماخوذ ہوتا ہے مگر مادہ علم و فہم وہی عقل ہے اس صورت مین عقل و فہم امت
ضرور مثل چاندنی جو پرتو نور قمر ہوتی ہے پرتو عقل و فہم انبیاء علیہم السلام ہوگا اور اس وجہ
لازم ہے کہ مادہ حیات امت بھی انبیار کی حیات سے ماخوذ ہو کیونکہ عقل حیوۃ سے

جدی نہین ہو سکتی یعنے یہ نہین ہو سکتا کہ حیوۃ نہو اور عقل ہو اور جب حیوۃ امت حیوۃ انبیا
ماخوذ ہوئی تو بالضرور تمام اخلاق امت اخلاق انبیاء سے ماخوذ ہون گے بشرطیکہ امت گمراہ
کیونکہ امت گمراہ حقیقت مین امت ہی نہین ہوتی بالجملہ امت اور نبی مین یہ فرق ضرور ہے اس
امت کی فہم اور اُن کے اخلاق اور اعمال اگر اچھے بھی ہوئے تو ایسے ہون گے جیسے زمین کا چاند نا
ذات سے اچھی چیز ہے مگر مثل نور قمر دوسرون تک پہنچ نہین سکتا اور اگر پہنچا بھی تو ایسا پہنچتا
جیسے چاندنی رات مین زمین کی چاندنی کے باعث دالان کے اندر اُجالا ہو جاتا ہے الغرض
تقرب ان تین باتون پر ہے بشرطیکہ اورون کا مادہ فہم و اخلاق اُن کے فہم و اخلاق سے
نسبت رکھتا ہو جیسا معروض ہوا اس کے بعد تفاوت اخلاق اُمت ایسا ہو گا جیسا
مختلف الالوان کا ایک نور سے مختلف طور سے اچھا برا معلوم ہونا الغرض اصل نبوت تو ان
باتون کو مقتضی ہے کہ فہم سلیم و اخلاق حمیدہ اس قدر ہون رہے معجزات وہ بعد عطا
نبوت عطا کرتے ہین یہ نہین ہوتا کہ جس نے اظہار معجزات کے امتحان مین نمبر اول پایا اُس کو
عطا کی ورنہ ناکام رہا چنانچہ ظاہر ہے اس لئے اہل عقل کو لازم ہے کہ اوّل فہم و اخلاق و اعمال
میزان عقل مین تولین اور پھر بولین کہ کون نبی ہے اور کون نہین اہل اسلام تو سبھی انبیاء علیہم السلام
کے درم ناخریدہ غلام ہین خاصکر اُن مین اُن اُولوالعزمون کی جن کی تائید و اولوالعزمی
اور علو ہمت سے دین خداوندی نے بہت شیوع پایا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیونکہ انبیاء کا اعتقاد اور محبت اہل اسلام کے نزدیک
جزو ایمان ہے مگر ان سے اور باقی تمام انبیاء سے بڑھکر حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
و علی آلہ وسلم کو سمجھتے ہین اور اُن کو سب مین افضل اور سب کا سردار جانتے ہین اہل انصاف کے لئے
تو بشرط فہم سلیم موازنہ احوال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور احوال دیگر انبیاء کافی ہے ملک عرب کی
جہالت اور درشت مزاجی اور گردن کشی کون نہین جانتا جس قوم مین ایسی جہالت ہو کہ کوئی کتاب آسمانی
نہ غیر آسمانی اور اخلاق کا یہ حال کہ قتل کر دینا ایک بات ہو فہم کی یہ کیفیت کہ پتھرون کو اٹھا

جنے لگے اور گردن کشی کی یہ صورت کہ کسی بادشاہ کے کبھی مطیع نہوئے جفا کشی کی یہ نوبت کہ ایسے
ملک مین شاد و خورم عمر گذارین انسے جاہلون گردن کشون کو راہ پر لانا ہی دشوار تھا چہ
یکہ علوم الٰہیات و اخلاق و سیاست مدن مین اور علم معاملات و عبادات مین رشک افلاطون
سطو و دیگر حکمائے نامدار بنا دیا اعتبار نہو تو اہل اسلام کے کتب اور ان کے کتب کو موازنہ کر کے
مین مطالعہ کنان کتب فریقین کو معلوم ہوگا کہ ان علوم مین اہل اسلام تمام عالم کے علما پر
ت لے گئے نہ یہ تدقیقات کہین ہین نہ یہ تحقیقات کہین ہین جن کے شاگردون کے علوم کا یہ
ہے خود موجد علوم کا کیا حال ہوگا اگر یہ بھی معجزہ نہین تو اور کیا ہے صاحبو انصاف کرو تو
وم ہو کہ یہ معجزہ اور انبیاء کے معجزات سے کس قدر بڑھا ہوا ہے سب جانتے ہین کہ علم کو عمل پر
ف ہے یہی وجہ ہے کہ ہر فن مین اُس فن کے اُستادون کی تعظیم کی جاتی ہے ہر ہر سر رشتہ مین
رون کو باوجودیکہ اُن کے کام مین بمقابلہ خدمات اتباع بہت کم محنت ہوتی ہے تنخواہ زیادہ
ہین یہ شرف علم نہین تو اور کیا ہے خود انبیاء ہی کو دیکھو اُمتی آدمی بسا اوقات مجاہدہ و ریاضت
ن اُن سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہین مگر مرتبہ مین انبیاء کی برابر نہین ہو سکتے وجہ اس کی بجز
ف علم و تعلیم اور کیا ہے الغرض بوجہ علم و تعلیم ہی انبیاء امتیون سے ممتاز ہوتے ہین بوجہ عبادت
یاضت ممتاز نہین ہوتے مگر جب یہ ہے تو پھر علم عمل سے بالضرور افضل ہوگا اس لئے معجزات
یہ معجزات عملیہ سے کہین زیادہ ہونگے مگر معجزات عملی اس کو کہتے ہین کہ کوئی شخص دعوی نبوت
کے ایسا کام کر دکھائے کہ اور سب اُس کام کے کرنے سے عاجز آجائین اس صورت مین معجزات
ی اس کا نام ہوگا کہ کوئی شخص دعوی نبوت کر کے ایسے علوم ظاہر کرے کہ اور اقران و امثال اُس کے
بلہ مین عاجز آجائین مگر علوم مین بھی فرق ہے یعنے جیسے گلاب ہو یا پیشاب ہو دیکھنے مین دونون
ہین مگر حس کو دیکھتے ہین اُس مین اتنا تفاوت ہے کہ اُس سے زیادہ اور کیا ہوگا ایک پاک
خوشبودار دوسرا ناپاک اور بدبودار ایسے ہی علم ذات و صفات خداوندی اور علم اسرار
کلام خداوندی اور علم معلومات باقیہ مین بھی فرق ہے بلکہ غور سے دیکھئے تو اُس سے

زیادہ فرق ہے اس لیے کہ گلاب و پیشاب مین اتنا تو اتحاد ہے کہ یہ بھی مخلوق وہ بھی مخلوق خالق ا
مخلوق مین تو اتنا بھی اتحاد اور مناسبت نہین ادھر دیکھئے علم وقائع مین بھی باہم فرق ہے دنیا ک
وقائع کی اگر کوئی شخص خبر دے تو پھر وہ رہی کی خبر دیتا ہے پر جو شخص وقائع آخرت کی خبر دیتا ہے د
دور تک کی خبر دیتا ہے اور چونکہ خبر مستقبل کا اعجاز بہ نسبت ماضی کے زیادہ ظاہر ہے کیونکہ یہان
کسی قسم کی اطلاع کا بھی احتمال ہے پر مستقبل مین یہ احتمال بھی نہین ہوتا ہے اس لئے جو شخص کثرت سے ا
مستقبلہ کی خبر دے اور امور مستقبلہ بھی بہت دور دور کے بیان کرے تو اُسکا اعجاز علم وقائع بنسبت دوسر
زیادہ ہوگا اب دیکھئے کس کی پیشین گوئیان زیادہ ہین اور پھر وہ بھی کہان کہان تک اور کس کس قدر د
زمانہ کی باتین ہین رہا یہ احتمال کہ آخرت تک کی پیشین گوئیون کا صدق و کذب کس کو معلوم ہ
اس کا یہ جواب ہے کہ کوئی پیشین گوئی کیون نہو قبل وقوع سب کا یہی حال ہوتا ہے اگر دو چار گھڑ
پیشتر کی ہے تب تو اکثر حاضرین کو معلوم ہوگا ورنہ بیان کسی کے سامنے کی جاتی ہے ا
ظہور کسی کے سامنے ہوتا ہے توریت کی پیشین گوئیون کو دیکھ لیجیے بعض تو اب تک بھی ظہور مین نہی
آئی بہر حال پیشین گوئیان اگلے ہی زمانہ مین جا کر معجزہ ہو جاتے ہین یعنے ان کا معجزہ ہونا اگلے ز
مین معلوم ہوتا ہے مگر ایک دو کا صدق بھی اورون کے تصدیق کے لئے کافی ہوتا ہے ادھر اور قرائن صحا
اور معجزات دیگر اُس کی تصدیق کرتے ہین اور اس لئے قبل ظہور موجب یقین ہو جاتے ہین ہان زمانہ ماض
کی باتین بشرطیکہ وجود اطلاع خارجی مفقود ہون جبتک اسی وقت معجزہ سمجھے جائینگے بالجملہ
پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیان بھی اس قدر ہین کہ کسی اور نبی کی نہین کسی صاح
دعوی ہو تو مقابلہ کر کے دیکھین جن مین سے کثرت سے صادق بھی ہو چکی ہین مثلاً خلافت کا ہو
حضرت عثمان اور حضرت حسین کا شہید ہونا اور حضرت حسن کے ہاتھ پر دو گروہ اعظم کا صلح ہو جا
ملک کسری اور ملک روم کا فتح ہونا بیت المقدس کا فتح ہو جانا مروانیون اور عباسیون کا بادشاہ
ہونا نار حجاز کا ظاہر ہونا ترکون کے ہاتھ سے اہل اسلام پر صدمات کا نازل ہونا جیسا چنگیز خان کے زمانے
مین ظاہر ہوا اور سوا انکے اور بہت سی باتین ظہور مین آچکی ہین ادھر وقائع ماضیہ کا یہ حال کہ باوجود

ہونے اور کسی عالم نصرانی یا یہودی کی صحبت کے نہونے کے وقائع انبیا سابق کے احوال کا بیان
ایسا روشن ہے کہ بجز متعصب ناانصاف اور کوئی انکار نہین کر سکتا اب اخلاق کو دیکھئے
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہین کے بادشاہ یا امیر نہ تھے آپ کا افلاس ایسا نہین جو کوئی نجانتا ہو
اپنے لشکر کی فراہمی جس نے اول تو تمام ملک عرب کو زیر زبر کر دیا اور پھر فارس اور روم اور عراق
عرصہ مین تسخیر کر لیا اور اس پر معاملات مین وہ شائستگی رہی کہ کسی لشکری نے سوا مقابلہ جہاد کسی
ایذا رسانی کسی طرح گوارا نہ کی بجز تسخیر اخلاق اور کسی وجہ پر منطبق نہین آسکتی القصہ آپ کے علم و
عمل کے دلائل قطعیہ کے آثار تو اب تک موجود ہین اس پر بھی کوئی نہ مانے تو وہ جانے علاوہ برین
شریف جس کو تمام معجزات علمی مین بھی افضل و اعلی کہئے ایسا برہان قاطع ہے کہ کسی سے کسی بات مین اُس کا
بلہ نہو سکا علوم ذات و صفات و تجلیات و مبدا اخلاق و علم برزخ و علم آخرت و علم اخلاق و علم
و علم اعمال و علم تاریخ وغیرہ اس قدر ہین کہ کسی کتاب مین اس قدر نہین کسی کو دعوی ہو تو لاوے
دکھائے اس پر فصاحت و بلاغت کا یہ حال کہ آج تک کسی سے مقابلہ نہو سکا مگر ہان جیسے اجسام
محسوسات کے حُسن و قبح کا ادراک تو ایک نگاہ اور ایک توجہ مین بھی متصور ہے اور روح کے کمالات
ادراک ایک بار متصور نہین ایسے ہی اُن معجزات علمی کی خوبی جو متضمن علوم عجیبہ ہون ایک بار متصور
مگر ظاہر ہے کہ یہ بات کمال لطافت پر دلالت کرتی ہے نہ کہ نقصان پر بالجملہ اگر کسی بلید کم فہم
وہ فصاحت و بلاغت قرآنی ظاہر نہون تو اس سے اُن کا نقصان لازم نہین آتا کمال ہی ثابت
ہے علاوہ برین عبارت قرآنی ہر کس و ناکس رند بازاری کے نزدیک بھی ایسی طرح اور عبارتون سے
ممتاز ہوتی ہے جیسے کسی خوشنویس کا خط بدنویس کے خط سے پھر جیسے تناسب خط و خال معشوقان
تناسب حروف خط خوشنویسان معلوم ہو جاتا ہے اور پھر کوئی اُس کی حقیقت اس سے
زیادہ نہین بتلا سکتا کہ دیکھ لو یہ موجود ہے ایسے ہی تناسب عبارت قرآنی جو وہی فصاحت و بلاغت
ہر کسی کو معلوم ہو جاتا ہے پر اُس کی حقیقت اس سے زیادہ کوئی نہین بتلا سکتا کہ دیکھ لو
موجود ہے الغرض معجزات علمی مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور سب سے زیادہ ہین

کیونکہ کلام ربانی اور کسی کے لئے نازل نہین ہوئی چنانچہ خود اہل کتاب اس بات کے معترف ہین کہ
توریت وانجیل منزل من اللہ نہین ہان سے فقط الہام معانی ہوا اور یہان اکثر انبیا و یا حواریون نے
اپنے الفاظ مین ادا کر دیا اور اپنا یہ اعتقاد ہے کہ الفاظ کتب سابقہ بھی اسی طرف سے ہین پر وہ
فصاحت و بلاغت جو مناسب شان خداوندی ہے اور کتابون مین اس لئے نہین کہ اُن کا مہبط خود
کلام خداوندی نہین یا یون کہو عبارت ملائکہ ہے گو مضامین خداوندی ہین اور شاید یہی وجہ ہے کہ
وانجیل کی نسبت قرآن وحدیث مین کتاب اللہ کا لفظ آتا ہے کلام اللہ کا لفظ نہین آتا اگر ہے تو ایک
مگر وہان دو احتمال ہین ایک تو یہی توراۃ دوسرے وہ کلام جو بعض نبی اسرائیل نے بمعیت حضرت
علیہ السلام سُنی تھے اگر وہ کلام تھے تو اُس سے توراۃ کا عبارت خداوندی ہونا ثابت نہین ہوا
اور خود توراۃ مراد ہے تو وہ کلام ایسی سمجھو جیسے بعض کامل شاعر گنوارون سے اُنھین کے محاورہ
گفتگو کرنے لگتے ہین مگر ظاہر ہے کہ اس وقت کلام شاعر مذکور اگرچہ بظاہر کلام شاعری سمجھی جائے
مگر منشاء اس کلام کا اس کا وہ کمال نہو گا جس کو کمال شاعرانہ اور قوت فصاحت و بلاغت کہتے
ایسے ہی توراۃ کو بھی بہ نسبت خدا خیال فرمایئے اور شاید یہی وجہ ہوئی کہ دعوی اعجاز توراۃ
نہ کیا گیا ورنہ ظاہر ہے کہ معجزہ سے بڑھ کر اور کوئی معجزہ نہ تھا چنانچہ اوپر معروض ہوچکا اور
کہ علم تمام اُن صفات سے اعلیٰ ہے جو وجہ مربی عالم ہین یعنے اُن صفات کو عالم سے تعلق ہے
علم وقدرت ارادہ شنیہ کلام کیونکہ علم کو معلوم اور قدرت کو مقدور اور ارادہ کو مراد اور
مرغوب اور کلام کو مخاطب کی ضرورت ہے اس لئے وہ نبی جس کے پاس معجزہ علمی ہوتمام اُن
اعلیٰ درجہ مین ہو گا جو معجزہ عملی رکھتے ہون گے کیونکہ جس درجہ کا معجزہ ہو گا وہ معجزہ اس بات پر دلالت کر
کہ صاحب معجزہ اس درجہ مین یکتا روزگار ہے اور اس فن مین ٹرا سردار ہے اس لئے ہمارے حضرت رسول اللہ
علیہ وسلم کی افضلیت کا اقرار بشرط فہم وانصاف ضرور ہے علی ہذا القیاس جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ علم سے او
کوئی ایسی صفت نہین جس کو عالم سے تعلق ہو تو خواہ مخواہ اس بات کا یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ حضرت سو
صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام مراتب کمال ایسی طرح ختم ہو گئے جیسے بادشاہ پر مراتب حکومت ختم ہو جا

وجیسے بادشاہ کو خاتم الحکام کہہ سکتے ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الکاملین اور خاتم النبیین کہہ سکتے
ر جس شخص پر مراتب کمال ختم ہوجائین گے تو بایناء وجہ کہ نبوت سب کمالات بشری مین اعلی ہے
یہ مسلم بھی ہے اور تقریر متعلق بحث تقرب بھی جو اوپر گذر چکی ہے اُس پر شاہد ہے اس لئے آپ کے
کے ظہور کے بعد سب اہل کتاب کو بھی اُن کا اتباع ضروری ہوگا کیونکہ حاکم اعلی کا اتباع تو حکام
کے ذمہ بھی ہوتا ہے رعایا تو کس شمار مین ہین علاوہ برین جیسے لارڈ ڈلٹن کے زمانہ مین لارڈ ڈلٹن
ع ضروری ہے اس وقت احکام لارڈ نارتھ بروک کا اتباع کافی نہین ہوسکتا اور نہ اُس کا اتباع
نجات سمجھا جاتا ہے ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بابرکات مین اور اُن کے بعد انبیاء
کا اتباع کافی اور موجب نجات نہین ہوسکتا اور یہی وجہ ہوئی کہ سوا آپ کے اور کسی نبی نے دعوے
یت نہ کیا بلکہ انجیل مین حضرت عیسی علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ جہان کا سردار آتا ہے خود اس بات
ظاہر ہے کہ حضرت عیسی خاتم نہین کیونکہ حسب اشارہ مثال خاتمیت بادشاہ خاتم وہی ہوگا
مارے جہان کا سردار ہو اس وجہ سے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب مین افضل سمجھتے
ن پھر یہ آپ کا خاتم ہونا آپ کے سردار ہونے پر دلالت کرتا ہے اور بقرینہ دعوی خاتمیت جو
ول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے یہ بات یقینی سمجھتے ہین کہ وہ جہان کے سردار
کی خبر حضرت عیسی دیتے ہین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہین رہا یہ شبہہ کہ یہ صورت نسخ
ام کی ہے اور نسخ احکام چونکہ غلطی حکم اول پر دلالت کرتا ہے اور خدا کے علوم اور احکام مین غلطی متصور
ن اس لئے یہ بات بھی غلط ہوگی کہ سوا اتباع محمدی اور کسی طرح نجات متصور نہین اس کا جواب
ہے کہ نسخ فقط تبدیلی احکام کو کہتے ہین غلطی کا اشارہ اُس مین سے سمجھ لینا سخت ناانصافی ہے
فظ عربی ہے اس کے معنے ہمسے پوچھنے تھے پھر اعتراض کرنا تھا سُنیئے خدا کے احکام کا نسخ ایسا
کا ہوتا ہے جیسے طبیب کا منضج کے نسخہ کی جگہ مسہل کا لکھدینا چنانچہ وہ تقریر بھی جسمین خدا کے احکام کا بندون کے
ین نافع ہونے اور اُس کے مناہی کا اُن کے حق مین مضر ہونے کی طرف اشارہ کرچکا ہون اور اُس کے ساتھ ہی
ب کی مثال عرض کرچکا ہون اس مضمون کے لئے مؤید ہے الغرض تبدیلی احکام خداوندی مثل تبدیلی احکام حکام

ورنہ بوجہ غلطی منہم نہین ہوتی بلکہ اس غرض سے ہوتی ہے کہ مثل منضج حکم اول کا زمانہ نکل گیا اور
مثل مسہل حکم ثانی کا زمانہ آگیا اور اس قسم کے تبدل احکام کے اقرار سے حضرات نصاری بھی منحرف
نہین ہو سکتے چنانچہ بعض احکام توراۃ کا بوجہ انجیل متبدل ہو جانا سب کو معلوم ہے پھر اگر اس
قسم کو نصاری نسخ نہ کہین تکمیل کہین تو فقط لفظون ہی کا فرق ہوگا معنے وہی رہین گے اور اگر
نسخ ہی کہتے ہین تو چشم ما روشن دل ما شاد اس کے بعد یہ گزارش ہے کہ شاید نصاری کو یہ خیال
ہو کہ حضرت موسیٰ کا کلیم ہونا اور حضرت عیسیٰ کا کلمہ ہونا بھی مسلم ہے پھر بوجہ نزول کلام اللہ محمدیون
ہی کو کیا افتخار رہا تو اس کا اول تو یہ جواب ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلیم ہونا
باین معنے ہے کہ وہ خدا کے مخاطب تھے اور خدا کی کلام اُن کے کان مین آئی یہ نہین کہ اُن کی زبان
تک اور اُن کے مُنہ تک بھی نوبت پہنچی ہو اور ظاہر ہے کہ کلام فصیح و بلیغ کا کان مین آجانا
سامع کا کمال نہین ورنہ اس حساب سے سبھی صاحب اعجاز اور صاحب کمال کلام ہو جائین
البتہ کلام بلیغ کا مُنہ مین آنا اور زبان سے نکلنا البتہ کمال سمجھا جاتا ہے بشرطیکہ اول
کسی اور سے یہ سُنا ہو فقط خدا ہی کی قدرت و عنایت کا واسطہ ہو سو یہ بات اگر میسر آئی ہے
تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میسر آئی یہی وجہ ہوئی کہ سوا آپ کے اور کسی نے یہ
دعوی نہین کیا اس تقریر کے سُننے دیکھنے والون کو انشاء اللہ اس بات کا یقین ہو جائے گا
کہ توراۃ کی وہ پیشین گوئی جس مین یہ ہے کہ اُس کے مُنہ مین اپنے کلام ڈالون گا بلا شبہ
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شان مین نازل ہوئی ہے اور اس وقت یہ بات بھی
آشکارا ہو گئی ہو گی کہ اس پیشین گوئی مین جو اُس فقرہ سے اول حضرت موسیٰ علیہ السلام
کو خطاب کر کے فرماتے ہین کہ تجھ جیسا نبی پیدا کرون گا اُس کا یہ مطلب نہین کہ تو اور وہ مساوی المراتب
ہون گے بلکہ یہ مطلب ہے کہ کلام ربانی سے تجھے بھی معاملہ پڑا اور اُسے بھی معاملہ پڑے گا
مگر چونکہ یہ تشبیہ اگر مطلق رہتی تو کمال مشابہت پر دلالت کرتی جس کا حاصل وہی
تساوی مراتب نکلتا اس لئے آگے بطور استثنا و استدراک یہ ارشاد فرمایا کہ اُس کے

مین اپنے کلام ڈالون گا تاکہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ تمسے افضل ہون گے کیونکہ اُس وقت
ب بمنزلہ زبان خدا ہون گے اور ایسی صورت ہو جائیگی جیسے فرض کیجیے کسی کے سر پر بھوت چڑھ جائے
مہ اُس وقت کچھ باتین کرے یا تاثیر مسمریزم سے کسی عالم کی روح کا پرتوہ کسی جاہل کی روح پر پڑجائے
اس وجہ سے علوم کی باتین کرنے لگے جیسے اُسوقت متکلم کوئی اور ہوتا ہے پر زبان اسی شخص کی ہوتی
اور اسی لئے بظاہر یون ہی کہا جاتا ہے کہ یہی شخص باتین کرتا ہے ایسے ہی یہان بھی خیال فرمائیے
ظاہر ہے کہ زبان متکلم ہی کی جانب شمار کی جاتی ہے البتہ کان مخاطب کے جانب شمار کئے
تے ہین سو جب متکلم خود خداوند کریم ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ زبان
رجمان تو بیشک اس حساب سے حضرت موسٰی علیہ السلام کو اُن کے ساتھ درجہ تساوی
نہین آسکتا مگر جب یہ بات واجب التسلیم ہوئی تو یہ بات اب چسپان ہوگئی کہ جو اُس نبی کا مخالف
گا اُس سے مین انتقام لون گا کیونکہ اس وقت اس نبی کی مخالفت کو بہ نسبت اور نبیون کے مخالفت کی
یادہ تر یون کہ سکتے ہین کہ خدا کی مخالفت ہے اس لئے خدا ہی انتقام لے گا مگر جس طرح خدا کی جانب
بارہ کلام وہ شمار کئے گئے ایسے ہی در بارہ انتقام بھی اُن کو شمار کر لیجیے اور اُن جہادون کو جو خود
ول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخالفون کے ساتھ کئے ہین اس انتقام کا ظہور سمجھ لیجیے گا اور
ع عذاب بھی اُس کا تتمہ ہو باقی حضرت عیسٰی علیہ السلام کا کلمہ ہونا مخاطب پر فوقیت رکھے گا متکلم پر
قیت اس سے ثابت نہو گی بلکہ کلمہ کا مفعول متکلم ہونا خود متکلم نبی کی افضلیت پر دلالت کرے گا مگر جب
ول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو متکلم کے جانب مانا تو وہی افضل ہون گے حضرت عیسی افضل نہون گے
اوہ برین تمام انبیاء بلکہ تمام کائنات کلمات خدا ہین تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کلام حقیقی کلام معنوی
الفاظ کو فقط بایں وجہ کلام کہدیتے ہین کہ کلام معنوی پر دلالت کرتے ہین اور ظاہر ہے کہ ہر شے کے
نے سے پہلے اُس کی نسبت کچھ نہ کچھ سمجھ لینا ضرور ہے اس لئے اول اُس شے کا وجود ذہن مین ہو گا
کے بعد خارج مین ہو گا اور اس لئے اُس شے کو کلمہ کہنا ضرور ہو گا اس صورت مین حضرت عیسٰی
السلام مین اور اوروں مین اتنا ہی فرق ہو گا کہ اُن کی نسبت قرآن مین یہ آیا ہے

کلمتہ القاہا الی مریم جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کلمۃ خدا ہین خدا نے اُس کو مریم کی طرف ڈال دیا
خداوندی یہ بھی کہ اُن مین کچھ فوقیت نہین جیسے اور ایسے ہی وہ فقط اتنا ہے کہ بے واسطہ غیر مریم کی
ڈالے گئے مگر اس بیان کے باعث وہ خطاب کے ساتھ مشہور ہوگئے اس تقریر کے بعد جب یہ لحاظ
کیا جاتا ہے کہ منشاے فیوض محمدی صلی اللہ علیہ وسلم صفت العلم ہے اور وہ سب مین اوّل
یہان تک کہ کلام بھی اُس کے بعد مین ہے بلکہ کلام خود اُس علم ہی کے طفیل ظہور مین آئی
تو پھر یہ تقریر اور بھی چسپان ہوجاتی ہے الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر مفعول صفت
کلام اور ظہور و مظہر صفت کلام ہین کیونکہ ہر مفعول ظہور و مظہر مصدر ہوتا ہے چنانچہ مشا
حال دھوپ دزمین سے عیان ہے اس لئے کہ اوّل مفعول مطلق دوسرا مفعول آتا ہے وہ ظہور
یہ مظہر ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظہور و مظہر صفت العلم سمجھئے جو کلام کی بھی اصل ہے
وجہ ہے کہ تاثیرات صفت کلام مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ سے
بڑھے ہوئے ہین وجہ اس کی یہ ہے کہ کلام خواص حیات مین سے ہی حالت موت مین کلام
متصور نہین اس لئے جس مین صفت کلام خداوندی کا زیادہ ظہور ہوگا اُس مین تاثیر احیا
بھی زیادہ ہوگی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اگر اُن کا عصا سانپ بنکر زندہ ہوجاتا تھا تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے تصدق سے تیجر اور سوکھی کھجور کی لکڑی کا ستون زندہ ہوگیا اور پھر تماشا یہ ہے
اپنی وہی ہیئت اصلی رہی اگر کسی جانور کی شکل ہوجاتا جیسے حضرت موسیٰ کے عصا کا حال ہوا تو یون تو کہنے
کی گنجائش بھی کہ آخر کچھ نہ کچھ زندون سے مناسبت تو ہے مگر سوکھا ستون روئے اور درد محبت مین
چلائے اس مین ہرگز پہلے سے کچھ لگاؤ بھی زندگانی کا نہین اگر ہوتا تو پھر بھی کچھ مناسبت تھی اس پر شوق
ذوق محبت اور درد فراق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جو اس سوکھے ستون سے جمعہ کے روز ایک جم خطیر اور
مجمع کثیر مین ظہور مین آیا اور بھی افضلیت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتا ہے کیونکہ درد فراق اور شوق و اشتیاق
کمال ہی درجے ادراک و شعور پر دلالت کرتا ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عصاء موسوی کو اس ستون کے ساتھ کچھ
نسبت نہین وہان اُس اژدہے سے سانپون کی نوع سے بڑھکر کوئی بات ثابت نہین ہوئی اور یہان وہ آثار

ون سے نمایان ہوئے کہ بجز اہل کمال نوع انسانی اور کسی سے اسکی اُمید نہین علی ہذا القیاس
رون کا سلام کرنا اور درختون کا بعد استماع امر اطاعت کرنا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا اور
کے بلائے دو درختون کا جھگڑ ملجانا اس حیات اور اس ادراک و شعور پر دلالت کرتا ہے کہ حیوانات سے
بھی توقع نہین اگر ہے تو افراد انسانی ہی سے ہے علی ہذا القیاس حضرت عیسیٰ کا مردون کو زندہ کرنا یا
سے جانورون کی شکل بناکر زندہ کر دینا بھی اس قسم کے معجزات نبوی صلعم کے برابر نہین ہو سکتا کیونکہ
قبل موت تو زندہ تھا سوکھا درخت تو کبھی زندہ تھا ہی نہین ایسے ہی وہ جانور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام
اتے تھے باعتبار شکل تو اُن کو کسی قدر زندون سے مناسبت تھی یہان تو یہ بھی نہ تھا پھر فرق درک
ور اور علاوہ رہا اس پر بھی بوجہ تعصب کوئی شخص اپنی وہی مرغی کی ایک ٹانگ کہے جائے تو
کا کیا علاج مُنھ کے آگے آڑ نہین پہاڑ نہین جو چاہو سو کہو مگر فکر آخرت بھی ضرور ہے اس کے
یہ گزارش ہے کہ باعتبار معجزات علمیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور انبیاء سے بڑھا رہنا تو
ہم انصاف ظاہر و باہر ہو گیا بلکہ اس ضمن مین بعض معجزات عملی کی رو سے بھی آپ کی فوقیت
نبیاء پر واضح و آشکار ہو گئی اس لئے کہ درختون کا چلنا اور ستون کا رونا منجملہ اعمال ہے
جملہ علوم نہین گو باین اعتبار کہ اعمال اختیاری یا در روزاری کے لئے اول ادراک و شعور
حیات کی ضرورت ہے ان اعمال سے اول انھین وقائع مین ظہور معجزہ علمیہ بھی ہو گیا مگر اب اہل
صاف کی خدمت مین یہ گزارش ہے کہ کسیقدر اور گزارش بھی سُن لین تاکہ فوقیت محمدی باعتبار معجزات
بھی ظاہر ہو جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے اگر پتھر مین سے پانی نکلتا تھا تو یہان دست مبارک
سے نکلتا تھا اور ظاہر ہے کہ پتھرون سے پانی کا نکلنا اتنا عجیب نہین جتنا گوشت و پوست مین سے پانی
نا عجیب ہے اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ مین پتھر سے پانی کے نکلنے سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ جسم
رک موسوی کا یہ کمال تھا اور یہان یہ ثابت ہوتا ہے کہ دست مبارک محمدی منبع فیوض لا انتہا ہے
جب یہ دیکھا جائے کہ کسی پیالہ مین تھوڑا سا پانی لیکر اُس پر آپ نے ہاتھ پھیلا دیا جس سے اسقدر
نکلا کہ تمام لشکر سیراب ہو گیا اور لشکر کے جانور سیراب ہو گئے تو یہ بات بحکم فہم سلیم سمجھ مین

آتی ہے کہ جیسے آئینہ وقت مقابل آفتاب فقط قابل و مفعول ہوتا ہے ور نور افشانی فقط آفتاب ہی
کام ہے اور یہ کمال نور اسی کی طرف سے آیا ہے آئینہ کی طرف سے نہین یا کائنات الجو اور حوادث مابین
ارض و سما مین فاعلیہ آسمان کی طرف سے ہے زمین فقط قابل ہے دوسرون کا کمال لیکر ظاہر کرتی
ایسے ہی اُس وقت جس وقت آپ نے دست مبارک اس پانی پر رکھا اور یہ معجزہ کثیر آب نمایان ہو
تو اون سمجھو کہ پانی محض قابل تھا فاعلیہ اور ایجاد آپ کی طرف سے تھا یعنے فاعلیہ فاعل حقیقی اور ایجاد
موجد حقیقی کے سامنے آپ کا دست مبارک ایک واسطہ فیض اور آلہ ایجاد تھا گو اُس خدا کو بے ان وسائط
کے بھی بنانا آتا ہے لیکن اس مین شک نہین کہ اس طور سے پانی کا پیدا ہونا صاف اس بات پر دلالت
کرتا ہے کہ جو کچھ ہوا وہ آپ کے دست مبارک کی تاثیر سے ہوا اور ظاہر ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام
کے معجزہ مین یہ خوبی نہین نکلتی بلکہ فقط ایک قدرت خدا ثابت ہوتی ہے علی ہذا القیاس کوئین مین
آپ کے تھوکنے سے پانی کا زیادہ ہو جانا یا کچھ پڑھنے سے کھانے کا بڑھ جانا بھی آپ کے کمال جسمی پر
دلالت کرتا ہے اور قدرت خدا پر بھی دلالت کرتا ہے اور فقط یون ہی روٹیون کا زیادہ ہو جانا
فقط خدا کی قدرت ہی پر دلالت کرتا ہے حضرت عیسی کے کمال جسمی پر دلالت نہین کرتا ہان یہ مسلم کہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے سے ان امور کا ظہور مین آنا اُن کے تقرب پر
دلالت کرتا ہے اور اسی وجہ سے اُن کا معجزہ سمجھا جاتا ہے مگر یہ بات تو دونون جا یعنے حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام مین برابر موجود ہے اور پھر اُس پر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ مین کمال جسمی اور مزید بر ان ہے علی ہذا القیاس حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ لگانے سے ٹوٹی ہوئی ٹانگ کا فی الفور صحیح و سالم ہو جانا اور بگڑی ہوئی
آنکھ کا آپ کے ہاتھ لگاتے ہی اچھا ہو جانا فقط یون ہی بیمارون کے اچھے ہو جانے سے کہین زیادہ
ہے کیونکہ وہان تو اُس سے زیادہ کیا ہے کہ خداوند عالم نے حضرت عیسی علیہ السلام کے کہتے ہی
بیمارون کو اچھا کر دیا کچھ برکت جسمانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہین پائی جاتی اور یہان
دونون موجود ہین کیونکہ اصل فاعل تو پھر بھی خداوند عالم ہی رہا پر بواسطہ جسم محمدی

اعجوبہ کا ظاہر ہونا بیشک اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کا جسم مقدس منبع البرکات کا ہے اور جتنے
یوشع علیہ السلام کے لئے آفتاب کا ایک جا پر قائم رہنا یا حضرت یسعیاہ کے لئے یا کسی اور کے لئے
فتاب کا غروب کے بعد لوٹ آنا اگرچہ معجزہ عظیم الشان ہے مگر انشقاق قمر اس سے کہین زیادہ ہے
کیونکہ اول تو حکمائے انگلینڈ اور فیثاغورسیون کے مذہب کے موافق اُن دونون معجزون مین زمین کا
دن یا کسی قدر اُس کا اُلٹی حرکت کرنا ثابت ہوگا اور مین جانتا ہون کہ حضرات پادریان انگلستان
وطن اسی مذہب کو قبول فرمائینگے بطلمیوسیون کے مذہب کو یعنے حرکت افلاک و شمس و قمر و
ب کو تسلیم نہ کرینگے اور اگر در بارہ افلاک مخالفت کا ہونا باعث عدم قبول ہو تو اُس کا یہ جواب ہے
حکمائے انگلستان کے موافق آسمانون کی اثبات کی ضرورت نہین گو اُن کے طور پر انکار بھی ضروری
نہین اگر تمام کواکب کو آسمان سے ورے مانیے اور آفتاب کو مرکز عالم پر تجویز کیجئے اور آسمان سے ورے
ے زمین وغیرہ کا اُس کے گرداگرد متحرک ہونا تجویز کیجئے تو اُن کا کچھ نقصان نہین نہ ان کی راے
مذہب مین کچھ خلل آسکتا ہے بالجملہ بطور حکمائے انگلستان اس معجزہ کا خلاصہ یہ نکلے گا کہ زمین کی حرکت
مبدل بسکون ہوگئی یا اور کسی حرکت کے بدلے تھوڑی دور اُدھر کو حرکت ہوگی مگر بوجہ قرب زمین
س بات مین اتنا تعجب نہین جتنا انشقاق قمر مین تعجب ہے کیونکہ وہان ایک تو یہ بات کہ لاکھون
وس دور اتنی دور اوپر کی طرف تاثیر کا پہنچنا بنسبت اس کے کہ اُس چیز پر تاثیر ہوجائے جو
نے زیر قدم ہو اور وہ بھی قدمون سے لگی ہو کہین زیادہ ہے علاوہ برین اس تاثیر اور اُس تاثیر
مین فرق زمین و آسمان کا ہے حرکت کا مبدل بسکون ہوجانا اتنا دشوار نہین جتنا ایک جسم مضبوط
پھٹ جانا کیونکہ ان اجسام کی حرکت اگر اختیاری ہے تو اختیار سے جیسے حرکت متصور ہے ایسے ہی
سکون بھی متصور ہے اور اگر کسی دوسرے کی تحریک سے اُن کی حرکت ہے تو اس صورت مین سکون
ن کے حق مین اصل مقتضائے طبیعت ہوگا اس صورت مین سکون کا عارض ہوجانا کچھ اُن کے
ق مین دشوار نہ ہوگا جو اُس کے قبول سے انکار ہو پر پھٹ جانا چونکہ خلاف طبیعت ہے دشوار ہوگا
ر چاند کو جاندار فرض کیجئے تو اور بھی اُس کے حق مین مصیبت عظیم سمجھئے اس صورت مین بیشک

انشقاق قمر سکون زمین سے کہین اعلی اور افضل ہوگا اسی پر حرکت معکوس کو خیال کر لیجئے یعنے حر
زمین اگر اختیاری ہے تب اُس کو حرکت معکوس دشوار نہین ہماری حرکت چونکہ اختیاری ہے ا
جس طرف کو ہم چاہین جاسکتے ہین اور اگر حرکت زمین کسی دوسرے کی تحریک سے ہے تو اُس کی
سے حرکت معکوس بھی ممکن ہے باقی ایسا محرک تجویز کرنا جس کو ادراک و شعور نہو اور اُس سے سوائے حر
واحد یعنے ایک طرفی حرکت کے دوسری حرکت صادر ہی نہو سکے اور اُس کا نام طبیعت رکھنا انھیں
لوگون کا کام ہے جن کو ادراک و شعور نہو کیونکہ حرکت بے اس کے متصور نہین کہ ایک جہت اور ایک
راجح اور معین ہوجائے اور ظاہر ہے کہ یہ بات بے ادراک و شعور ممکن نہین سو اگر طبیعت خود مرجح ہے
تب تو اُسی کا ادراک و شعور ثابت ہوگیا اس لئے وہ حرکت ارادی ہوگئی اور اگر مرجح کسی اور
ادراک و شعور ہے تو حرکت طبعی قسری یعنے دوسرے کے تحریک سے ہوگئی اور حقیقت مین طبیعت
یہی معنے ہین چنانچہ اس لفظ کا عربی زبان مین بمعنے مفعول ہونا خود اس بات پر شاہد
الحاصل سکون زمین ہو یا حرکت معکوس دونون طرح انشقاق قمر کے برابر نہین ہوسکتی ہا
اُس پر قرب و بعد فوقیت تحتیت محل تاثیر کا فرق مزیدی برسان رہا اور اگر فرض کیجئے حضرا
نصرانی آفتاب ہی کو متحرک کہین تب بھی یہی بات ہے کہ شق قمر کا اور یہ سکون آفتاب یا حر
معکوس آفتاب کی سکون آفتاب یا حرکت معکوس آفتاب ارادی ہو یا نہو دونون طرح شق
مشکل نہین البتہ قرب و بعد محل تاثیر بظاہر بیان معکوس ہوگیا ہے کیونکہ آفتاب قمر سے دور
مگر اوّل تو متحرکین بالاختیار کا بوجہ امر و نہی و استدعا و التماس دور سے تھام لینا ممکن آدمیو
اور جانورون مین بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ دور کی آواز پر تھم جاتے ہین یا چل دیتے ہین پر د
کسی جسم کا پھاڑ دینا متصور نہین سو اگر آفتاب خود اپنے ارادہ سے متحرک ہو تب تو حضرت یوشع
استدعا کے بعد اُس کا ٹھہر جانا حضرت یوشع کی تاثیر پر اور قوت پر دلالت نہ کرے گا بلکہ اس بات
دلالت کرے گا کہ آفتاب نے اُن کی ایک بات مان لی سو کسی کا کسی کی بات کو مان لینا کچھ اُس کی عظ
ہی پر منحصر نہین خدا بندون کی دعا قبول کر لیتا ہے تو کیا بندے اُس سے بڑھ گئے اور کا فرون

...یتا ہے تو کیا وہ کچھ خدا کے مقرب ہو گئے علی ہذا القیاس بسا اوقات امراء و سلاطین مساکین
...س معروض سن لیتے ہین تو کیا مساکین اُن سے بڑھ جاتے ہین نہین ہرگز نہین بلکہ یہ استدعا ہے
...ت، بہ دلالت کرتا ہے کہ جس بات کی استدعا کیجاتی ہے اُس بات مین مستدعی کو کچھ مداخلت نہین
...نہین تو وقت استدعا، تو ضرور ہی اُس کا بید خل ہونا ثابت ہوگا اور اگر آفتاب کسی دوسرے
...ریک سے متحرک ہے تو پھر اُس کا سکون محرک کے ہاتھ مین ہوگا اور حضرت یوشع کی استدعا گو
...ہر آفتاب ہی سے ہوگی پر حقیقت مین اُس محرک ہی سے ہوگی مگر ظاہر الفاظ حکایت اسی بات پر
...ت کرتی ہین کہ آفتاب سے استدعا تھی اور ظاہر ہے کہ اس صورت مین آفتاب کا بہ ارادہ
...متحرک ہونا ثابت ہوگا علاوہ برین بطور حکماء یونان زوال حرکت فلکیات محال نہین کیونکہ
...کے نزدیک یہ حرکتین دائمی ہین ضروری نہین اور ماہران منطق جانتے ہین کہ مخالف ضرورت محال
...ہے مخالف دوام محال نہین ہوتا اور خرق و التیام فلکیات یعنے افلاک و کواکب و شمس و قمر
...کے نزدیک منجملہ محالات ہے اور فلکیات کا بجنسہ باقی رہنا ضروری گو واقع مین وہ محال
...یہ ضروری نہو لیکن بہرحال اتنی بات تو معلوم ہوئی کہ خرق و التیام مین بہ نسبت سکون و حرکت
...وس زیادہ دشواری ہے جو ایسے ایسے عقلا کو خیال امتناع و استحالہ ہوا اس کے بعد گزارش ہے
...س معجزہ کو پتھرون کے نرم ہو جانے یا لوہے کے نرم ہو جانے سے ملایئے اور پھر بتلایئے کہ تفاوت
...ن وزمین ہے کہ نہین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ید بیضا کی خوبی مین کچھ کلام نہین پر رسول اللہ
...ی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب کے چھڑی کے سر پر بطفیل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
...یری رات مین جب وہ آپ کی خدمت سے رخصت ہونے لگے روشنی ہو گئی وہ جانے والے دو
...س تھے جہان سے راہ جدا ہوا وہان سے وہ روشنی دونون کے ساتھ ہو لی اب خیال فرمایئے
...ت مبارک موسیٰ علیہ السلام اگر جیب مین ڈالنے کے بعد بوجہ قرب قلب منور روشن ہوا تھا
...ل تو وہ بھی دوسرے نور قلب کا قرب وجوار جیسے بوجہ قرب ارواح اجسام مین اُن کے
...ب حیات آجاتی ہے ایسے ہی اگر بوجہ قرب نور قلب دست موسوی مین اُس کے مناسب نور آجائے

صلی اللہ علیہ وسلم واجب التسلیم ہون گے اور توراۃ و انجیل واجب الانکار اور سُننے کو کوئی صاحب
ہین کہ قرآن مین معجزون کے دکھلانے سے انکار ہے یہ نہین سمجھتے کہ وہ ایسا انکار ہے جیسا انجیل
ہے کوئی صاحب فرماتے ہین کہ اگر انشقاق قمر ہوا ہوتا تو سارے جہان مین شور پڑجاتا تاریخوں
لکھا جاتا اوّل تو یہی ایک معجزہ نہین جس کی عدم ثبوت سے کچھ خلل واقع ہو علاوہ برین یہ خیال
فرماتے کہ اگر ایسے وقائع مین شور عالمگیر کا ہونا لازم ہے اور تاریخون مین لکھا جانا ضرور ہے تو آ
اندھیرے کا کونسی تاریخ مین ذکر اور کہان کہان شور ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی
کے دن واقع ہوا تھا اور اُس ستارہ کا کون کون سی کتاب مین ذکر ہے اور کہان کہان شور ہے
حضرت عیسیٰ کے تولد کے دنون مین نمایان ہوا تھا اور آفتاب کے پہر بھر تک ساکن رہنے کا کہ
کہان چرچا ہے اور کون کون سی کتاب مین مذکور ہے علی ہذا القیاس اور وقائع کو خیال فرما
علاوہ برین اُن کے واقعات اور اُن کی حوادث مین عموم اطلاع کے باب مین زمین آسمان کا
ہے تمام کرہ اندھیرے کا ہوجانا کہ اُس کی اطلاع تو ہر کس و ناکس کو ضرور ہے انشقاق قمر کی اط
تو سوا اُن صاحبون کے ضروری نہین کہ اُس وقت بیدار بھی ہون اور پھر نگاہ بھی اُن کی چاند
کی طرف ہو اور ظاہر ہے کہ یہ بات شب کے وقت بہت کم اتفاق مین آتی ہے کہ بیدار بھی ہون اور
بھی اُدھر ہو اور اگر فرض کیجیے کہ موسم سرما ہو تو یہ بات اور بھی مستبعد ہوجاتی ہے علاوہ برین طلوع
قمر کے تھوڑی دیر کے بعد یہ قصہ واقع ہوا اس لئے جبل حرا کے دونون ٹکڑون کے بیچ مین حائل
ہوجانے کا مذکور ہے اس صورت مین ممالک مغرب مین تو اُس وقت تک عجب نہین طلوع بھی نہ
اور بعض بعض مواقع مین عجب نہین کہ ایک ٹکڑا دوسرے ٹکڑے کی آڑ مین آگیا ہو اور اس لئے انشقا
اُس جا پر محسوس نہوا ہو ہان ہندوستان مین اُس وقت ارتفاع قمر البتہ زیادہ ہوگا اور ا
وہان اور جگہ کی نسبت اس کی اطلاع کا زیادہ احتمال ہے مگر جیسے اُس وقت ہندوستا
ارتفاع قمر زیادہ ہوگا ویسا ہی اُس وقت رات بھی آدھی ہوگی اور ظاہر ہے کہ اُس وق
کون جاگتا ہوتا ہے سوا اس کے ہندوستانیون کو قدیم سے اس طرف توجہ ہی نہ

یخ لکھا کرین باانیہمہ تاریخون مین موجود ہے کہ یہان کے ایک راجہ نے ایک رات یہ واقعہ بچشم خود
ہے زیادہ اس سے کیا عرض کیجیئے اہل انصاف کو یہ بھی کافی ہے اور نا انصاف لوگ عذاب
ہی کے بعد تسلیم کرین تو کرین مگر ہان حضرات ہنود کے دل مین شاید ہنوز یہ خدشہ حلت گوشت
کا ہو اور یہ خیال ہو کہ گوشت کے لئے جانورون کا ذبح کرنا سراسر ظلم ہے ایک جان کے
اسقدر جانین تلف کرنی کیونکر جائز ہو سکتی ہین باانیہمہ تلف بھی کاہے کے لئے کرتے ہین
ذرا سی لذت کے لئے یہ بھی نہین کہ مدار زندگانی انسان حیوانات کے گوشت پر ہو اسلیئے
ارش ہے کہ ہم اگر بطور خود بے اجازت خداوندی جانورون کو ذرا بھی ستائین تو بیشک
ہو مگر اس کو خیال فرمایئے کہ ہم باجازت مالک الملک اُن کو حلال جانتے ہین اُس کی اجازت
بعد بھی جانور حلال نہون تو اس کے یہ معنے ہین کہ خداوند عالم کو جانورون کا اختیار نہین
نات اُس کے مملوک نہین مگر تمھین کہو یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ مالک کو اپنی چیز کا اختیار نہو تماشا ہے
جانورون کا ذبح کرنا تو ظلم ہے اور خدا تعالیٰ کو اجازت کی ممانعت ظلم نہو پھر اُس پر یہ معلوم سواری لدی
برداری اور دودھ کا پینا کونسی استحقاق پر مبنی ہے اور اگر یہ خیال ہے کہ خدا کو تو اختیار ہے پر انسان
واسطے اُن کا حلال ہونا مناسب نہ تھا تو اُس کا اوّل تو یہ جواب ہے کہ مناسب اگر اس کو کہتے
ن کہ موافق اپنے استحقاق کے کام کیجیئے تو کوئی صاحب فرمائین تو سہی کہ وہ ایسی کونسی چیز ہے کہ خدا کو
ن پر استحقاق نہین اور ایسا کونسا استحقاق ہے جو خدا کو اپنی مخلوقات پر حاصل نہین اور اگر مناسب
کو کہتے ہین کہ جیسے آئینہ اور پتھر مین فرق قابلیت ہے اور اس لئے آئینہ کو آفتاب زیادہ نور عطا کرتا ہے
پتھر کو کم اور بوجہ فرق قابلیت یہی مناسب ہے اس کی مخالف ہو تو نامناسب ہے تو اُس کا جواب یہ ہے
بیشک انسان اس بات کا مستحق ہے کہ اُس کے لئے یہ چیزین حلال ہون کہنہ مکان کو اگر گرا کر
اپنا عمدہ مکان بنائین تو اس کو کوئی شخص بایں معنی نامناسب نہین کہہ سکتا کہ پکا عمدہ
بنانے کے قابل نہین ایسے ہی اگر حیوانات کو ذبح کرکے اُس کے گوشت سے بدن
انی بنایا جائے تو عین ثواب ہے غرض بری چیز کو توڑ پھوڑ کر عمدہ چیز کا بنانا ہرگز

مناسب نہین بلکہ عین مناسب ہے انسان کے لئے تو یون مناسب کہ اور غذا ئین مادہ بعید
گوشت مادہ قریب ہے اور اس لئے گوشت سے کامل گوشت پیدا ہو تو عجب نہین کیونکہ فضلا
اندفاع کے بعد اور بھی صفائی کی امید ہے اور حیوانات کے حق مین یون مناسب کہ پہلے اُس گوشت
قوام جسم حیوانی تھا اب قوام جسم انسانی میسر آیا جس کا یہ حاصل نکلا کہ پہلے آلہ و مرکب روح او
اب آلہ و مرکب روح اعلی ہوگیا اور ظاہر ہے کہ ترقی مدارج حسن ہرگز قابل گرفت نہین علاوہ بر
انسان کو مثل شیر و چیتا و بھیڑیا وغیرہ کچلیون کا عطا کرنا خود اس جانب مشیر ہے کہ اس کی غ
اصلی گوشت ہے اور اہل عقل کے نزدیک یہ بات کم از اجازت نہین اور ظاہر ہے کہ جتنی چیز
دی گئین ہین کسی نہ کسی کام کے لئے دی گئین ہین آنکھ کان جیسے دیکھنے سننے کے لئے ہین اور اس
دیکھنے سننے کی اجازت ہوئی ایسے ہی کچلیون کو بھی خیال فرمایئے ہان یہ بات مسلم کہ سارے
حیوانات یکسان نہین ہر کسی کے گوشت مین جدی تاثیر ہے جس جانور کا گوشت مفید ہ
وہی جائز ہو گا جس جانور کا گوشت مضر ہو گا بقدر مضرت ناجائز ہو گا کیونکہ خداوند کریم
امر و نہی و اجازت و ممانعت آدمی کے نفع و نقصان کے لحاظ سے ہے اپنے نفع و نقصان کے لحا
نہین اس لئے سور و شیر وغیرہ درندون کا گوشت قابل ممانعت ہے کیونکہ سور تو سراپا نجس
دوسرے بیحیا اُس کی مادہ پر جس کا جی چاہے جست کرے اس کو کچھ پروا نہین اس لئے
قابل حرمت نظر آیا تا کہ اُس کے کھانے سے بیحیائی نہ چھا جائے اور دل و جان ناپاک نہو
جس سے خیالات ناپاک پیدا ہون اور شیر وغیرہ جانوران درندہ بوجہ بد اخلاق قابل
ممانعت تھے تا کہ اُن کے کھانے کی تاثیر سے مزاج مین بد خلقی نہ پیدا ہو جائے کیونکہ جیسے
غذا سے گرمی اور سرد سے سردی پیدا ہوتی ہے ایسے ہی اخلاق و کیفیات و خواص انوا
حیوانات کو خیال فرمایئے فقط

تمت

الحمد للہ کہ رسالہ حجۃ الاسلام مصنفۂ عالم ربانی جناب مولوی محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بار دوم ماہ ذی قعدہ سنہ ۱۳۲۱ ہجری
محمد نظام الدین صاحب و مولوی محمد عبد القادر صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ نے خاکسار محمد عبید الاحد کے اہتمام سے مطبع مجتبائی دہلی مین طبع ہو کر